جون ۲۰۱۷ء / رمضان ۱۴۳۸ھ

”روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق دے،
روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے،
روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر اور تحمل شدائد و تکالیف کا عادی بنائے۔ روزہ وہ ہے
جو ہماری تمام بہیمی قوتوں اور غضبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے۔ روزہ
وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، صداقتوں کا عشق، راستبازی کی شیفتگی
اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو، یہی چیز روزہ کا اصل مقصود ہے، باقی سب
کچھ بمنزلہ وسائل وذرائع کے ہے۔“

”مشقتِ نفس کی عبادتیں کچھ سودمند نہیں ہوسکتیں اگر ایک شخص بندوں کے حقوق
سے بے پرواہ ہے اور مال حرام سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا۔ نیکی صرف
اسی میں نہیں ہے کہ چند دنوں کیلئے تم نے جائز غذا ترک کردی نیکی کی
راہ یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے ناجائز ترک کردو۔“

(مولانا ابوالکلام آزادؒ، اقتباس اوّل: ارکانِ اسلام ص ۲۸۴۔
اقتباس ثانی: مولانا ابوالکلام آزادؒ، ترجمان القرآن)

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل۔ بی۔ ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ. الخ) (البقرہ:۱۸۵)

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔

اس آیت کریمہ میں ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں تمام آسمانی کتابوں کے علاوہ قرآن مجید جیسی مقدس و عظیم المرتبت کتاب کا اس ماہ کی عظیم رات (لیلۃ القدر) میں نزول ہوا جو لوگوں کیلئے سامان ہدایت اور فارق بین الحق و باطل ہے۔

قارئین کرام: اللہ تعالیٰ کی بے شمار وانمول نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت ''قرآن مجید'' کا نزول ہے جس میں پوری انسانیت کی فلاح و بہبودی کا سامان ہے جو سراپا رحمت اور مینار رشد و ہدایت ہے جو سیدھی اور سچی راہ دکھاتا ہے اس کی ہدایت پر عمل کرنے والا سعادت دارین سے ہمکنار ہوتا ہے اس کی مبارک آیات کی تلاوت کرنے والا عظیم اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ زیادتی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے یہ قرآن مجید ہے جو مکمل شفا ہے دلوں کو استقامت بخشتا ہے شکوک وشبہات کے روگیوں کو نسخۂ کیمیا عطا کرتا ہے یہ فرقان حمید ہے جو حق و باطل کے درمیان واضح تفریق کرتا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کا تقاضا ہے کہ اس مہینہ میں بکثرت قرآن کی تلاوت کا اہتمام کیا جائے رمضان کے ایک ایک لمحے کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے اس کی برکات سے لطف اندوز ہونے کے واسطے مسلسل جدوجہد کی جائے اس وجہ سے نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ملکر قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی آپ نے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ دور کیا لہٰذا ہمیں بھی رمضان میں بکثرت قرآن کی تلاوت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

تلاوت قرآن کی فضیلت ثواب اور اس کی تاثیر اور اس کے پڑھنے والوں کے مقام و مرتبہ کے تعلق سے جب ہم قرآن وسنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس تعلق سے ہمیں بے شمار نصوص وواقعات ملتے ہیں جن کی تفصیل و عربی عبارت کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ اس درس قرآن کے مختصر مضمون میں حوالہ قرطاس کرنا انتہائی مشکل امر ہے لیکن اللہ کی توفیق اور خیر الکلام اقل وادل کے تحت پوری کوشش کی جائے گی کہ یہ ساری چیزیں اپنی جامعیت کے ساتھ واضح ہوجائیں۔ کلام ربانی کی تلاوت رب العالمین سے محبت کی ایک عظیم نشانی ہے اور رب کریم انہیں اپنے خاص مقرب بندوں میں شامل کرتے ہوئے ان کے دلوں کو سکون واطمینان کا گہوارہ بنادیتا ہے۔ ارشاد ہے: (اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) (الانفال:۲) اس مبارک کلام کی تاثیر کا تذکرہ ایک اور مقام پر بایں الفاظ فرمایا: (اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.الخ)(الزمر:۲۳)اور تلاوت قرآن کی اثر انگیزی کا آنکھوں دیکھا حال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یوں نقل فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ چنانچہ میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی اور اس آیت کریمہ (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا)(النساء:۴۱) پر پہونچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس کرو میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے (بخاری فضائل القرآن ۵۰۵۰)اور یہی حال آپ کے جانثار صحابہؓ کا بھی تھا چنانچہ مکی دور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک نہایت ہی بے مثال واقعہ امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مکان کا ایک حصہ نماز کیلئے خاص کر دیا جس میں نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے جسے سن کر مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹ پڑتے ان کی رقت آمیز تلاوت سے محظوظ ہوتے اور اسے غایت درجہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور ابوبکرؓ بھی نہایت نرم دل انسان تھے تلاوت قرآن کے وقت اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ پاتے اور وہ بے اختیار بہہ پڑتیں (بخاری ۳۹۰۵)اور قرآن کا ماہر شخص قرآن کی تلاوت کی بنیاد پر بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جس کے لئے قرآن پڑھنا دشوار ہے اور وہ قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملے گا (بخاری ۴۹۳۷، مسلم ۷۹۸)اور مزید تلاوت قرآن کا اہتمام کرنے والوں کے مقام ومرتبہ کی وضاحت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا مقام دنیا وآخرت میں اعلیٰ وارفع ہوگا جیسا کہ حضرت نافع جو مکہ کے والی تھے باہر جاتے ہوئے اپنا نائب انہوں نے ایک غلام کو بنایا جب حضرت عمرؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا وہ قرآن اور فرائض کا عالم ہے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس قرآن کی وجہ سے کچھ لوگوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور کچھ کو پستی (مسلم ۸۱۶، ۲۶۹)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آیئے دیکھتے ہیں کہ تلاوت قرآن کے تعلق سے سلف صالحین کا کیا طریقہ رہا ہے؟ حضرت عثمان غنیؓ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے بعض حضرات قیام رمضان میں ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے اور کوئی سات راتوں میں حضرت قتادہ سات دن میں قرآن ختم کرتے اور امام زہریؒ درس حدیث ترک کرکے پوری طرح قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوجاتے۔اب اس عظیم کتاب کی تلاوت کے کچھ آداب وشروط ہیں جنھیں جاننا از حد ضروری ہے تاکہ ثواب وعظمت سے بھرپور مالا مال ہوں۔

(۱)اخلاص وللّٰہیت: جس طرح اللہ کیلئے ہر عمل میں نیت خالص ہونی چاہیے اسی طرح تلاوت قرآن میں بھی نیت کا خالص ہونا ضرور ہے اللہ کا فرمان (وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ)(البینۃ:۵)(۲) تلاوت کے وقت اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا فرمان الٰہی (فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ)(النحل:۹۸)اور سورہ توبہ کے سوا ہر سورہ سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے (۳) تلاوت کرتے وقت غور

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

اداریہ

ماہ مبارک محاسبۂ نفس اور تزکیۂ نفس کا
ایک سنہرا موقع

محمد مقیم فیضی

یہ وہ مہینہ ہے جو نیکیوں کا موسم بہار ہے، مومنوں کی آنکھوں کا نور اور متقیوں کے دلوں کا سرور ہے، روزہ، نماز، تراویح، تلاوت قرآن، توبہ استغفار، صدقہ خیرات، محبت، ہمدردی اور حسن اخلاق کے مظاہرے، اس مہینے کے دامن میں کتنی نیکیاں اور کتنا خیر ہے،!!! اس اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے یہ حسین سوغات اور گرانقدر تحفہ مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے، سلف صالحین بڑی بے تابی سے اس ماہ مبارک کا انتظار فرمایا کرتے تھے، اس کی آمد ان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑا دیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو اس مہینے کی آمد کی خوشخبری دیتے ہوئے اس کی اہمیت بتایا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے: ''تمہارے پاس ماہ رمضان آگیا جو مبارک مہینہ ہے، اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اس میں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں، اس میں سرکش شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم ہوگیا وہ (حقیقت میں) محروم ہوگیا۔ (نسائی، وبیہقی عن أبی ہریرہ صحیح الترغیب ۹۹۹)

یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہر روز بہت سے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، ہر روز وشب میں مومن کی کوئی نہ کوئی دعا اس میں ضرور قبول ہوتی ہے، رسول اکرم ﷺ کے متعلق اس ماہ مبارک کے اہتمام کے سلسلے میں جو تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں وہ یہ ہیں کہ یوں تو آپ کی پوری زندگی رب کی بندگی اور فلاح انسانیت کے لئے تگ ودو کا اعلیٰ اور بہترین نمونہ تھی مگر اس مہینے میں خاص طور سے عبادتوں اور نیک کاموں کا اہتمام آپ کے یہاں حد سے بڑھ جاتا تھا، ہر سال جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام اس ماہ مبارک میں آپ کے ساتھ قرآن کریم کا مدارسہ اور دَور فرمایا کرتے تھے، اور جب آپ کی ملاقات جبرئیل علیہ السلام سے ہوجاتی تو پھر آپ بھلائی کے کاموں میں کھلی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ - جو سب کو فیض پہنچاتی ہے- سخی اور فیاض ہوجایا کرتے تھے، قیام اللیل تو خیر آپ رمضان یا غیر رمضان سال میں ہر روز فرمایا کرتے تھے اور آپ کی نماز اماں عائشہ کی روایت کے مطابق گیارہ رکعت ہوا کرتی تھی، آپ اس سے زیادہ رات میں نہیں پڑھا کرتے تھے، اب اسے تہجد، تراویح، یا قیام اللیل جو بھی نام دیا جائے آپ کی نماز بس گیارہ رکعت ہی ہوتی تھی، مگر رمضان میں بالخصوص آخری عشرے میں تو آپ خود کو عبادتوں کے لئے بالکل فارغ کرلیتے تھے اور اعتکاف میں بیٹھ جایا کرتے تھے، اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کی خصوصی ترغیب دیا کرتے تھے، آپ نے رمضان المبارک کے مہینے میں امت کو بھی خصوصی طور پر قیام اللیل کی ترغیب دی ہے اور امام کے ساتھ تراویح پڑھ کر جانے کو پوری رات نماز پڑھنے کے برابر ٹھہرایا

ہے۔اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کرے گا (یعنی تراویح کی نماز پڑھے گا) تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردئے جائیں، یہی بات آپ نے رمضان کے روزے کے متعلق بھی فرمائی ہے، نیز روزے دار کو افطار کرانے والے کا ثواب آپ نے روزہ دار کے ثواب کے برابر بتایا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے اور انہیں عبادتوں سے آباد رکھنے کی ترغیب دی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی اگر اس ایک رات کو عبادت کرنے کا موقع مل جائے تو وہ عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب حاصل کرنے کا سبب بن جائے گی، اس ماہ مبارک میں غریبوں محتاجوں کی خصوصی رعایت کرتے ہوئے ہر روزے دار اور اس کے تمام گھر والوں پر صدقۂ فطر لازم اور فرض کردیا گیا ہے اور نیکیوں کی عام ترغیب اور برائیوں سے عمومی طور پر باز رہنے کی خصوصی تلقین کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ندا دینے والا یہ پکار لگاتا ہے کہ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائیوں کے طلبگار باز آجا۔ ان سب نیکیوں اور خیر کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اخلاقی طور پر اور روحانی اعتبار سے ایک مثالی امت بنیں، ان کے اندر نیکی، تقویٰ، صبر و بردباری اور اعلیٰ اخلاق کی خو پیدا ہو، ایک طرف وہ اپنے خالق و مالک سے اپنا رشتہ مضبوط کریں اور دوسری طرف ایک اچھے انسان بنیں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ ان کا سلوک ہمدردی و خیر خواہی پر مبنی ہو بالخصوص اتحاد کلمہ کی بنیاد پر ان کے اندر ایسی یگانگتِ اور محبت پیدا ہوجائے کہ وہ اپنی ہی طرح اپنے بھائیوں کے لئے بھی بھلائی کے خواہاں رہیں، ان کے درد کو اپنا درد محسوس کریں اور ان کی نجات کے لئے بھی اپنا کردار اچھی طرح نبھائیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے روزے کا مقصد تقویٰ ٹھہرایا ہے اور تقویٰ کی تعریف خود فرمائی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں پر اللہ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے ان پر ایمان رکھنے کے ساتھ نماز قائم کی جائے، زکاۃ کی ادائیگی کی جائے، والدین، قرابتداروں، غریبوں، محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، بیماریوں پریشانیوں دکھوں اور اللہ کے دین کی بالادستی کے لئے قائم معرکوں میں آنے والی پریشانیوں پر صبر کیا جائے، لوگوں کو معاف کیا جائے، غصے کو پی لیا جائے، اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور جن کے اندر یہ خصلتیں پیدا ہوجائیں وہی سچے متقی ہیں اور وہی جنت کے حقدار بھی ہیں چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن صحابہ سے مختلف نیکیوں کے متعلق سوال کیا: روزہ رکھنا، مسکین کو کھانا کھلانا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے میں شرکت کہ آج کس نے یہ کام کیا ہے اور سب سوالوں کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا: اے اللہ کے رسول میں نے کیا ہے تو وہ آپ نے فرمایا یہ وہ خصلتیں ہیں جب کسی کے اندر جمع ہوجائیں تو وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں مسلمانوں کی مکمل تربیت ہوجائے اور وہ مذموم خصلتوں سے پوری طرح کنارہ کش ہوجائیں، روزے کا مقصد صرف بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہے اور اس کا دینی اعتبار سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے اگر اس کا مقصود حاصل نہ ہو، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بہت سے روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ حصے میں صرف بھوک پیاس ہی آتی ہے اور بہت سے قیام اللیل کرنے والوں کے حصے میں بس شب بیداری ہوتی ہے۔[1] یعنی ان کے یہ اعمال چوں کہ روح سے عاری ہوتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا مقرر

کردہ ہدف حاصل نہیں ہوتا اس لئے وہ بے فائدہ ہی ہوتے ہیں اور آدمی ثواب سے محروم ہوجاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (یعنی اس میں خصوصی ثواب اور انعام ہے) مگر انسان جب اس کی روح کو نظر انداز کرکے صرف روٹینی کام کرنے لگتا ہے تو پھر ثواب کا مستحق نہیں رہ جاتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ:" من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فى أن يدع طعامه وشرابه" (بخاری ۱۹۰۳) مطلب یہ ہے کہ جو شخص جھوٹ، باطل اور غلط بات کہنا نہ چھوڑے اور ان پر عمل ترک نہ کرے تو اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ (محض) اپنا کھانا پانی ترک کرے۔

① (مسند احمد: ۸۸۵۶، ابن ماجہ: ۱۶۹۰)

اس لئے رمضان کی عبادتوں اور نیکیوں میں محاسبے کا ایک خاص پہلو ہے کہ کیا ان عبادتوں اور نیکیوں کا کوئی مثبت اثر ہم پر پڑا ہے، کیا ہمارے تقویٰ کا گراف کچھ اوپر آیا ہے، ہمارے اخلاق میں کچھ بہتری پیدا ہوئی ہے، کیا ہمارے اندر نمازوں اور عبادتوں کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوا کیا برائیوں کے خلاف ہمارے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی ہے اور کیا ہمارے مسلمان بھائیوں کے لئے ہمارے دل میں جذبۂ خیر پیدا ہوا ہے؟ اگر ان سب کا جواب اثبات میں ہے تو الحمدللہ ورنہ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری مشقتیں اللہ نہ کرے ضائع ہوگئیں۔

رمضان المبارک کا ایک خصوصی پہلو یہ بھی ہے کہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب ہدایت نازل ہوئی جو نور مبین ہے اور اس کی ہدایات اور تعلیمات پر عمل دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے، اسی لئے صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کا اہتمام قرآن مجید کے ساتھ اس ماہ مبارک میں خصوصی طور پر بڑھ جاتا تھا مگر اس اہتمام کا مطلب ان کے یہاں مجرد تلاوت نہیں ہوتا تھا۔

وہ لوگ اس کی تعلیمات کو اپنے لئے الٰہی حکمنامہ اور مالک الملک کا شاہی فرمان سمجھتے تھے جس کا عملی نفاذ ہر حال میں لازم تھا اور اس سے سرتابی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اسی لئے خود رسول اللہ ﷺ کے متعلق اماں عائشہ نے فرمایا تھا کہ: "كان خلقه القرآن" کہ آپ اخلاقی اعتبار سے سراپا قرآن کریم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے، اور صحابہ اور ائمہ دین کا بھی عالم یہی تھا کہ وہ چلتا پھرتا قرآن تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عظیم کے ذریعہ عزت، شوکت، قیادت، سیادت اور حکومت اور نجات دائمی کی جو ضمانتیں اہل ایمان مخلصین صادقین کو دی تھیں وہ سب انہیں حاصل تھیں۔ مگر جب سے امت نے اسے محض تبرک حاصل کرنے کی چیز ٹھہرایا ہے اسی وقت سے ضلال اور شقاوت دونوں سے محفوظ رہنے کی ضمانت بھی ان سے اٹھ گئی ہے اور وہ تکریم انسانیت کے ربانی ضابطوں کو نظر انداز کرکے بندوں کی بندگی اور آستانوں، چوکھٹوں اور پیر پگاڑوں سے ذلیل وخوار ہورہے ہیں اور دین کی پیروی اور اتباع کتاب وسنت کی راہ چھوڑ کر خواہشات نفس اور نت نئی بدعتوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور نتیجے میں اللہ کی حمایت اور نصرت وتائید سے محروم ہوکر آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئیوں کے مطابق دشمنوں سے پوری طرح مغلوب ہوتے جارہے ہیں اور ذلت ان کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے، باہمی منافرت اور آپسی فتنوں نے ان کے ملکوں، شہروں اور بستیوں کا امن وامان غارت کردیا ہے۔ ان کی بہت بڑی تعداد بے سمت ہجرت بلکہ صاف صاف دربدری پر مجبور ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو تمام تحفظات، مسلکی تعصّبات اور ھوی وہوس سے بالا تر ہوکر قرآن کے پیغامات اور اس کی حقیقی تعلیمات کو جاہلوں کی تاویل، فرقہ

پرستوں کی فرقہ پرستی، اورغلو کرنے والوں کی تحریفات کو ایک طرف رکھتے ہوئے سمجھنے اور پوری سنجیدگی کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ملکی حالات بھی بہت تیزی سے بدل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے، مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنے حالات اور رویوں کا جائزہ لینا ہوگا، صحیح منصوبہ بندی اور لائحہ عمل کی ترتیب ناگزیر ہے، اشتعال، جلد بازی، بلاسوچے سمجھے اقدامات حد درجہ مضر ثابت ہوں گے۔ مسلمانوں کو اپنی درست قیادت بھی جلد ہی کھڑی کرنی ہوگی ورنہ بے سمتی اور ہر آواز کے پیچھے بھاگنے سے مسائل اور الجھتے جائیں گے۔ اور قیادت کو بھی اپنی عظیم ذمہ داریوں کا احساس کرکے بڑے قربانیاں دینی ہوں گی، اسے محدودیت سے باہر نکلنا ہوگا اور اپنا کردار بڑی حکمت کے ساتھ نبھانا ہوگا۔ اللہ کرے کہ جلد مسلمانوں کو ہوش آجائے، اللہ تعالیٰ ہماری صحیح رہنمائی فرمائے اور درست اقدامات کی توفیق بخشے۔ آمین

آخر میں چلتے چلتے یہ کہہ لینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے بہت سے اقارب اور دوست احباب جو کل تک ہمارے ساتھ تھے ہمارے کاندھے سے کاندھا ملا کر نمازوں میں کھڑے ہوتے مگر وہ آج ہم میں نہیں، ان کا ہم پر ادنیٰ حق یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں میں انہیں فراموش نہ کریں نیز عالم اسلام کے مظلوم بھائیوں کے لئے بھی دعاؤں کی بڑی اہمیت ہے اس لئے ہر اس وقت میں جب دل میں رب کائنات کے سامنے مخلصانہ جذبات امنڈتے ہوں انہیں اپنی دعاؤں میں یاد کرلیا کریں۔

رب کائنات دنیا کے تمام مظلوم مسلمانوں اور بے بس انسانوں کا حامی وناصر ہو۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

❖ ❖ ❖

(بقیہ صفحہ ۴ کا)

وفکر اور تدبر سے کام لیا جائے کیونکہ غور وخوض تدبر وفکر ہی دراصل ہمارے لئے راہِ ہدایت استوار کرتا ہے عبرت وموعظت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:(كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ)(ص:۲۹) اسی لئے نبی اکرم ﷺ بکثرت اس پہلو پر توجہ دیتے یہاں تک کہ ایک بار آپ قیام اللیل میں کھڑے ہوئے اور ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کردی وہ آیت کریمہ یہ تھی۔ (اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) (مائدہ:۱۱۸) (نسائی اور مسند احمد) (۴) تلاوت قرآن سے قبل وضو اور ممکن ہو تو مسواک کا اہتمام کیا جائے (۵) ناپاکی کی حالت میں یا گندی جگہوں پر قرآن کی تلاوت نہ کی جائے (جیسے حالت جنابت میں حالت حیض ونفاس اور حمام وغیرہ) (۶) تلاوت قرآن کے وقت حسب استطاعت اچھی آواز سے تلاوت کی جائے عذاب اور تخویف کی آیتوں پر اگر آنسو بہا سکیں تو آنسو بہانا چاہیے۔(۷) آیات سجدہ کی تلاوت کے وقت سجدہ کرنا چاہیے (۸) مناسب تو یہ ہے کہ قرآن ٹھہر ٹھہر کر اور اس کے حروف ومخارج اور قواعد وتجوید کی رعایت کرتے ہوئے پڑھا جائے (۹) تلاوت قرآن کے وقت یہ چیز بھی بڑی مناسب ہے کہ رحمت کی آیتوں کی تلاوت کے وقت اللہ کی رحمت اور اس کا فضل طلب کیا جائے اور عذاب کی آیتیں پڑھتے وقت جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کی جائے۔ اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العالمین ہمیں قرآن کے پورے آداب وحقوق کی رعایت کرتے ہوئے بکثرت تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے پورے طور پر اجتناب کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ (آمین یارب العالمین) ❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۳]

قرآن وسنت کے نصوص میں نور وظلمات

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

ارشاد باری {كَمِشْكَوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ} کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱۔''مشکاۃ'' ہر اس طاق کو کہتے ہیں جس میں شگاف (راستہ) نہ ہو، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائی ہے، چراغ آپ کا دل ہے اور شیشہ کی قندیل آپ کا سینۂ مبارک ہے۔

۲۔ ''مشکاۃ'' مومن کا سینہ ہے اور چراغ قرآن کریم اور ایمان ہے، اور شیشہ مومن کا دل ہے۔

۳۔یہ مومن کی مثال ہے، البتہ چراغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ مومن کے دل کی مثال ہے اور مشکاۃ (طاق) اس کے پیٹ کے مثال ہے اور ''نور پر نور'' سے مراد اس کا ایمان وعمل ہے۔

۴۔یہ مومن کے دل میں قرآن کی مثال ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ'' ان (مذکورہ) اقوال میں سے درستگی سے قریب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں قرآن کی مثال ہے، چنانچہ فرمایا کہ: مومنوں کے دلوں میں اللہ کے نور کی مثال جس کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ ہدایت کا راستہ روشن کیا اور وہ اس پر ایمان لائے اور اس میں نازل کردہ باتوں کی تصدیق کی، طاق کی مانند ہے، اور مشکاۃ (طاق) بتّی میں ہونے والی شیشہ کی ستون ہے، کیونکہ وہ دیواروں میں ہونے والے اس طاق کے مشابہ ہوتا ہے جس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا اور اس ستون کو ''طاق'' محض اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا، وہ اندر سے خالی اور اوپر سے کھلا ہوتا ہے چنانچہ وہ دیوار میں ہونے والے اس طاق کی مانند ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ {فِيهَا مِصْبَاحٌ} میں مصباح کے معنیٰ چراغ کے ہیں اور چراغ کو مثال کے طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ مومن کے دل میں قرآن اور روشن آیات ہوا کرتی ہیں۔

فرمان باری{المصباح في زجاجة الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ} یعنی جس طاق میں چراغ ہے وہ طاق شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قرآن کے مثل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ قرآن جو مومن کے دل میں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے دل کو منور کیا ہے وہ سینہ میں ہے، پھر اللہ عزوجل نے اللہ کے ساتھ کفر اور شک سے پاک وصاف ہونے، نور قرآنی اور اپنے رب کی روشن آیات سے منور ہونے اور ان آیات سے نصیحت وموعظت حاصل کرنے میں سینہ کو روشن ستارے کے مانند قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا {الزجاجة} شیشہ کی قندیل، یہ مومن کا سینہ ہے جس میں اس کا دل ہوتا ہے گویا کہ وہ روشن چمکتے ستارے کے مانند ہے''(دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن،۱۹/ ۱۸۴، قدرے تصرف کے ساتھ)۔

فرمان باری{يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ}

اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱۔مشرقی مغربی ہے، صبح میں آفتاب اسی پر طلوع ہوتا ہے اور

اسی پر غروب ہوتا ہے، چنانچہ صبح وشام اس پر سورج کی حرارت پڑتی ہے اور یہ اس کی زینت کے لئے بہتر ہے۔

۲- یہ درختوں کے درمیان ایک درخت ہے، نہ مشرقی جانب ہے اور نہ ہی مغربی جانب۔

۳- یہ ایک درخت ہے جو دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان میں سے مناسب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ یہ مشرقی مغربی ہے، نیز فرمایا کہ: اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ مشرقی نہیں ہے کہ اس پر سورج کی دھوپ شام کے وقت ہی پڑے صبح نہ پڑے، بلکہ سورج اس پر طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی، چنانچہ وہ مشرقی مغربی ہے'' (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۹/ ۱۸۷، نیز دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/ ۲۶۱، وتفسیر البغوی، ۳/ ۳۴۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۱، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۵۱، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷)۔

فرمان باری {نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ }۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی جانب سے نور ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کی طرف نازل فرمایا ہے جس سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں، {علی نور} ''نور پر'' یعنی ان دلائل اور بیان کے بعد جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن کی آمد سے قبل بیان فرمائے تھے، جو اللہ کی وحدانیت کی حقیقت پر دلالت کناں ہیں، چنانچہ یہ ان کے لئے نزول قرآن سے قبل اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ بیان اور نور پر اللہ کی جانب سے مزید (دوہری) روشنی اور بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے نور کی اتباع کی توفیق عطا فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں اور تشبیہات بیان کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے ان کے لئے بندۂ مومن کے دل میں اس قرآن کریم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی ہے جو طاق میں ہو، اور یہ آیت کریمہ سراپا مثال ہی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم کی بنیاد پر مثالیں بیان فرماتا ہے۔ (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۸۸)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے {نور علی نور} کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ بندہ کا ایمان اور اس کا عمل ہے''؛ چنانچہ وہ پانچ طرح کی روشنیوں میں گھرا ہوتا ہے: اس کا کلام نور ہے، اس کا عمل نور ہے، اس کا مدخل نور ہے، اس کا مخرج نور ہے اور اس کا انجام کار بھی قیامت کے روز نور یعنی جنت ہوگا''۔ (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۱، نیز دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳/ ۳۴۷)۔

علامہ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر پر گفتگو فرمائی ہے (فرماتے ہیں:) {مثل نورہ} اس کے نور کی مثال جس کی طرف وہ رہنمائی فرماتا ہے وہ مومن کے دل میں ایمان اور قرآن کا نور ہے، {کمشکاۃ} اس طاق کی مانند ہے {فیھا مصباح} جس میں چراغ ہو کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو اکٹھا کئے ہوتا ہے منتشر نہیں ہونے دیتا، {المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ} چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے اور ''شیشہ'' اپنی صفائی اور حسن میں {کأنھا کوکب دری} روشن ستارہ کی مانند ہے، یعنی موتی کی طرح روشن ہے {یوقد} وہ چراغ جو اس شیشہ کی قندیل میں ہے {من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ} ایک بابرکت زیتون کے درخت سے جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے، جس کی آگ انتہائی روشن ہوتی ہے {لا شرقیۃ} وہ نہ صرف مشرقی ہے کہ دن کے آخری پہر میں اسے سورج کی دھوپ نہ لگے {ولا غربیۃ} اور نہ ہی صرف مغربی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں دھوپ نہ لگے، اور جب

دونوں صورتوں کی نفی ہوگئی تو وہ زمین کے درمیانی حصہ میں قرار پایا' جیسے (ملک) شام کا زیتون کہ دن کے اول وآخر دونوں حصوں میں اسے دھوپ لگتی ہے، چنانچہ وہ بہت ہی عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ستھرا ہوتا ہے، اسی لئے فرمایا: {یضیء ولو لم تمسسہ نار} خود ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، اور جب آگ بھی لگادی جائے تو وہ خوب خوب روشنی دے گا، {نور علی نور} نور پر نور ہے، یعنی آگ کا نور اور تیل کا نور، اللہ عزوجل کی بیان کردہ اس مثال کی توجیہ اور مومن کی حالت اور اس کے دل میں اللہ کے نور کی تطبیق (یوں ہے کہ) بندۂ مومن کی فطرت جس پر اس کی پیدائش ہوئی ہے صاف وشفاف تیل کی مانند ہے، چنانچہ اس کی فطرت صاف اور الٰہی تعلیمات اور مشروع عمل کے لئے آمادہ اور تیار ہے، چنانچہ جب اس تک علم اور ایمان پہنچتا ہے تو آگ کے چراغ کی بتّی (فیتہ) کو جلانے کی طرح وہ نور اس دل میں روشن ہوجاتا ہے، دراں حالیکہ اس کا دل قصد وارادہ اور اللہ کے بارے میں سوءفہم سے پاک وصاف ہوتا ہے' جب اس تک ایمان پہنچتا ہے تو وہ خوب خوب روشنی پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ آلائشوں سے پاک وصاف ہوتا ہے، بعینہ اسی طرح جس طرح شیشہ کی قندیل صاف ستھری ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے فطرت کا نور' ایمان کا نور' علم کا نور' معرفت کی ستھرائی اور اس کے نور پر نور سب اکٹھا ہوجاتے ہیں، اور جب یہ اللہ کا نور ہے جو ہر کس وناکس کے لئے درست نہیں ہے تو فرمایا {یھدی اللہ لنورہ من یشاء} اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، جس کی صفائی وطہارت کا اسے علم ہوتا ہے نیز یہ کہ وہ اسے پاکر مزید بڑھے گا اور پروان پائے گا، {ویضرب اللہ الأمثال للناس} اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ (اللہ کے مقصود کو) سمجھ سکیں، (یہ) محض اللہ کی جانب سے ان پر نرمی اور احسان کے طور پر اور اس لئے کہ تاکہ حق باطل سے واضح ہوجائے، کیونکہ مثالیں عقلی مفاہیم کو محسوسات سے قریب کردیتی ہیں اور بندے انھیں واضح طور پر سمجھ لیتے ہیں، {واللہ بکل شیء علیم} اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے' چنانچہ اس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے، لہٰذا آپ لوگ جان لیں کہ اس کا مثالوں کو بیان کرنا اس (ذات) کے مثال بیان کرنے کی طرح ہے جو چیزوں کے حقائق اور ان کی تفصیلات کا علم رکھتا ہے' نیز یہ کہ یہ مثالیں بندوں کی مصلحت کے لئے ہیں، لہٰذا تمہاری مشغولیت ان میں غور وتدبر کرنے اور انہیں سمجھنے میں ہونی چاہئے نہ کہ ان پر اعتراض اور ان سے معارضہ واختلاف میں' دراں حالیکہ تمہیں علم نہیں'' (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۵۱۷)۔

اس آیت کریمہ میں شروع سے اخیر تک بڑے بڑے عظیم فوائد اور حکمت پر مبنی نہایت بلیغ مثالیں ہیں، اسی لئے امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ عجیب تشبیہ جس پر آیت کریمہ مشتمل ہے' اس میں بڑے اسرار ورموز اور معانی ہیں، اور اللہ نے اپنے بندے کو جو نور عطا فرمایا ہے جس سے سرفراز مندوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ان کے دل مسرت وشادمانی سے مچلیں گے، اسی کے ذریعہ اپنے بندۂ مومن پر اپنی نعمت کی تکمیل کا اظہار ہے، اور تشبیہ میں ''اہل معانی'' کے دو طریقے ہیں:

۱۔ تشبیہ مرکب کا طریقہ: یہ طریقہ ماخذ کے اعتبار سے قریب تر اور محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ جملہ کو مجموعی طور پر مومن کے نور سے تشبیہ دیدی جائے، مشبہ کے اجزاء میں سے ہر جزو کی تفصیل اور اسے مشبہ بہ کے جزو سے موازنہ کرنے سے تعرض نہ کیا جائے، قرآن کریم کی عام مثالیں اسی قبیل سے ہیں' چنانچہ مشکاۃ (طاق) کی صفت میں غور کریں کہ یہ طاق ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا' تاکہ روشنی کو اکٹھا کئے رکھے، اور اس طاق میں چراغ رکھا گیا ہے، اور وہ چراغ شیشہ کی ایسی قندیل کے اندر ہے

جو اپنی صفائی اور خوبصورتی میں چمکتے ہوئے روشن ستارے کی مانند ہے‘ اور اس کا مادہ سب سے زیادہ صاف شفاف اور خوب تیز جلنے والے درخت کے تیل کا ہے جو نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی‘ کہ اسے سورج کی دھوپ دن کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک حصہ (ہی) میں لگے، بلکہ اسے سورج کی دھوپ انتہائی مناسب ومعتدل انداز میں لگتی ہے، چنانچہ اس درخت کے تیل کی روشنی کی تیزی‘ صفائی اور حسن کے سبب قریب ہے کہ وہ آگ لگائے بغیر خود ہی روشنی دینے لگے۔

چنانچہ یہ مرکب مجموعہ اللہ کے اس نور کی مثال ہے جسے اس نے اپنے بندہ کے دل میں رکھا ہے اور اسے اس کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

۲۔ تشبیہ مفصل کا طریقہ: چنانچہ کہا گیا ہے کہ ’’مشکاۃ ‘‘مومن کا سینہ ہے اور ’’شیشہ‘‘ اس کا دل ہے اور اس کے دل کو شیشہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس میں باریکی‘ صفائی اور صلابت ہوتی ہے‘ اور مومن کا دل بھی اسی طرح ہوتا ہے، اس میں بھی (مذکورہ) تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں: چنانچہ وہ اپنی رحمت اور نرمی کے سبب رحم کرتا ہے‘ احسان کرتا ہے‘ محبت کرتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے، اور اس کی صفائی کے سبب علوم وحقائق کی صورتیں اس میں اپنی اصل شکل وصورت میں نظر آتی ہیں اور صفائی کے اعتبار سے وہ میل کچیل اور گندگی سے دور رہتا ہے اور اپنی صلابت وشدت کے سبب اللہ کے معاملہ میں شدت اور اللہ کی ذات کے سلسلہ میں سختی کا رویہ اپناتا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر فولاد ہو جاتا ہے نیز اللہ عزوجل کے واسطے حق انجام دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دلوں کو برتنوں کی مانند بنایا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: ’’دل اللہ کی زمین میں اس کے برتن ہیں، اور اس کے نزدیک محبوب ترین برتن وہ ہیں جو سب سے باریک‘ سب سے سخت اور سب سے صاف ستھرے ہوں‘‘ (خالد بن معدان سے بطریق ابوامامہ مرفوعاً مروی ہے:

’’ان للہ تبارک وتعالیٰ في الأرض آنیة وأحب آنیة اللہ الیه ما رق منها وصفا وآنیة اللہ في الأرض قلوب عباده الصالحین‘‘۔

بیشک زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے برتن ہیں، اور اللہ کا سب سے محبوب برتن وہ ہے جو نرم اور صاف ستھرا ہو، اور زمین میں اللہ کا برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں۔

کتاب الزہد، از امام احمد، ص ۲۸۳، حدیث (۸۲۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سندیں ذکر کرنے کے بعد اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۴/ ۲۶۳، حدیث/۱۶۹۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔)۔ اور ’’چراغ ‘‘ بندے کے دل میں اللہ کا نور ہے اور ’’بابرکت درخت‘‘ ہدایت اور دین حق پر مشتمل وحی الٰہی کا درخت ہے، یہ چراغ کا مادہ ہے جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے، اور ’’نور پر نور‘‘ صحیح فطرت اور صحیح ادراک کا نور نیز وحی اور کتاب کا نور ہے، چنانچہ دونوں نور ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو بندہ کا نور دوبالا ہو جاتا ہے، اسی لئے بندہ اس (وحی) میں جو اثر ہے اسے سننے سے قبل ہی حق وحکمت کی بات کرنے لگتا ہے، پھر جس طرح اس کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور وہ اسے بولتا ہے اس طرح وہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے، چنانچہ اس کے پاس عقل‘ شریعت‘ فطرت اور وحی سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس کی عقل‘ اس کی فطرت اور اس کا ذوق اسے یہ دکھاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتیں حق ہیں‘ اس کے نزدیک عقل ونقل میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہوتا‘ بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں، تو یہ ’’نور پر نور‘‘ ہونے کی علامت ہے برعکس اس شخص کے جس کے دل میں باطل شبہات اور فاسد خیالات کی موجیں جوش وطغیانی پر ہوں۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ۲/ ۴۹ تا ۵۲، قدرے تصرف کے ساتھ)۔

❖ ❖ ❖

[۱۱]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

اشعریت کے فروغ واشاعت کے عوامل

اشعریت کے فروغ، اس کی نشر واشاعت اور شہرت کے متعدد عوامل واسباب ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

اول: اس مسلک کی بنیاد بغداد میں پڑی جو خلافت عباسیہ کا دارالسلطنت، اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے آنے والے طلاب علم کی توجہ کا مرکز تھا، جس کی وجہ سے متعدد لوگوں نے اشعری مذہب قبول کیا اور انھوں نے دنیا کے دوسرے خطوں میں اس کی نشر واشاعت کے لئے تگ ودو کی۔ [1] اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت اشعری مذہب کے بہت سے اعیان بغداد میں موجود تھے۔

[1] (دیکھئے: کتاب موقف شیخ الاسلام ابن تیمیة من الأشاعرہ(۲/۴۹۹))

دوم: اس کا ایک سبب اشاعرہ اور حنابلہ کے درمیان موجود قربت بھی تھی، اشعریت کو رواج اور سند قبول محض اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ ان کا رشتہ الفت اس وقت حنابلہ کے ساتھ استوار تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کا انجام بھی ان معتزلہ کی طرح ہوتا جن کی تردید میں اور انہیں اکھاڑ پھینکنے میں حنابلہ کا بہت بڑا کردار تھا۔ اشعریت اور حنبلیت کے درمیان ایک گونا صلح صفائی اور الفت کی فضا قائم تھی اور زمانہ قدیم میں ان دونوں میں قربت پائی جاتی تھی۔

کیونکہ ابوالحسن اشعری کا انتساب تو مسلک اہل حدیث ہی کی طرف تھا، اس وقت ان کے نزدیک ان سب کے امام احمد بن حنبل ہی تھے، اور اشعری کا شمار اہل حدیث کے متکلمین میں ہوا کرتا تھا۔

اور اشاعرہ سنت میں سے جن چیزوں کا اثبات کرتے ہیں وہ اس میں حنبلیت ہی کی شاخ ہیں، ٹھیک اسی طرح حنابلہ کے متکلمین بھی قیاس عقلی میں سے جن چیزوں کو حجت بناتے ہیں وہ ان میں اشاعرہ کی شاخ ہیں۔

ان دونوں میں فرقت توقشیری کے فتنے کے وقت واقع ہوئی تھی۔ [1] جو ابن فورک کے شاگرد تھے اور یہ صاحب خراسان کے ان اشاعرہ میں سے تھے جن کے اندر تعطیل کا انحراف پیدا ہوگیا تھا، پھر جب قاضی ابویعلی حنبلی نے اپنی کتاب ''ابطال التاویلات'' تصنیف کی تو اس میں قشیری کے شیخ ابن فورک کی تردید کی، اس وقت تو خلیفہ وغیرہ انہیں کی طرف مائل تھے۔ مگر جب سلاجقہ کی حکومت میں اقتدار قشیریوں کے ہاتھ میں آیا تو فتنہ جاری ہوا تھا۔ [2]

[1] (مجموع الفتاویٰ(۶/ ۵۲-۵۳))

[2] (مجموع الفتاویٰ:(۶/ ۵۲-۵۳))

سوم: بعض امرا اور وزیروں کا اشعری مسلک قبول کرنا اور خود کو اس کی طرف منسوب کرنا۔ ان لوگوں میں کچھ نمایاں شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

أ- وزیر نظام الملک جس نے سلاطین سلاجقہ کی وزارت کا منصب سنبھال رکھا تھا، وہ تیس سال تک الپ ارسلان اور ملک شاہ کا وزیر رہا تھا جس کی مدت (۴۵۵ھ سے ۴۸۵) تک تھی۔ نظامی مدارس کی بنیاد اسی کے عہد میں پڑی تھی جو اسی کے نام

سے منسوب ہیں، یہ مدارس مختلف شہروں: بصرہ، اصفہان، بلخ، ہرات، مرو، اور موصل وغیرہ میں قائم ہوئے تھے، ان میں سب سے اہم اور سب سے بڑے مدرسے نیساپور اور بغداد کے تھے اور یہ دونوں مدرسے مدرسہ نظامیہ ہی کے نام سے مشہور تھے۔

نظام الملک صوفیوں اور اشعریوں کی تعظیم کرنے والوں میں سے تھا، اس لئے یہی لوگ ان مدارس میں پڑھایا کرتے تھے، اور اسی وجہ سے اشعری عقیدہ کے اصولوں کی نشر واشاعت میں اس کا بڑا کردار رہا ہے۔ (دیکھئے: موقف شيخ الاسلام ابن تيميه من الأشاعرة (۵۰۰/۲))

ب۔ سلطنت موحدین کا بانی مہدی ابن تومرت (۵۲۴ھ)۔ جس کا نام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت تھا، اور اس نے مہدی کا لقب اختیار کیا تھا، اس کا ظہور پانچویں صدی کے اوائل میں مغرب میں ہوا تھا، اس نے بلاد عراق کا سفر کیا تھا اور وہاں سے کچھ علم بھی حاصل کیا تھا، اس میں ایک گونا زھد وعبادت کا رجحان بھی لگتا تھا، پھر جب وہ مغرب کی طرف واپس آیا تو مغرب کی پہاڑیوں پر چڑھ گیا اور بربر وغیرہ کے لوگوں میں اپنی دعوت کی نشر واشاعت کرنے لگا، یہ جاہل لوگ تھے انہیں الا ماشاء اللہ اسلام کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، لہٰذا اس نے انہیں اسلامی شریعت کے بعض احکام سکھائے، پھر اس نے اس بات کو جائز ٹھہرالیا کہ انہیں دین کی دعوت دینے کے لئے کچھ شعبدوں اور کرتبوں کا سہارا لیا جائے، اور یہ دعویٰ کردیا کہ وہ وہی مہدی ہے جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری دے رکھی ہے۔

اس کے متعلق اس کے ماننے والوں کا بڑا بھاری اعتقاد جما ہوا تھا، اس نے انہیں جو فلسفیانہ اشعری عقیدہ سکھایا تھا اس کی وجہ سے ان لوگوں نے ہزار ہا ہزار مالکی اہل مغرب کا خون حلال کرلیا تھا جو اہل سنت کے عقیدے پر قائم تھے، ان لوگوں نے بطور افترا پردازی وبہتان تراشی ان پر یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ مشبھہ (اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دینے والے) مجسمہ (اللہ کے لئے جسم ثابت کرنے والے) ہیں حالانکہ وہ اس طرح کا اعتقاد رکھنے والے نہیں تھے۔ ① ۔ لہٰذا یہ ابن تومرت ہی بلاد مغرب میں اشعری عقیدہ لے جانے والا ہے جو اس سے قبل سنی سلفی تھے۔ فحبنا الله ونعم الوكيل۔

① (دیکھئے: مجموع الفتاویٰ (۴۷۵/۱۱))

ج۔ صلاح الدین ایوبی: صلاح الدین ایوبی بھی اشعری تھا، اس نے اپنے بچپن میں وہ عقیدہ حفظ کیا تھا جس کی تالیف قطب الدین ابوالمعالی مسعود بن محمد بن مسعود نیساپوری نے کی تھی جو اساطین اشعریت میں سے ایک تھے، اور وہ اپنے بچوں کو بھی اسے یاد کرانے لگا تھا، اس لئے وہ خود اور اس کی اولاد بھی اشعری عقیدے پر پروان چڑھی تھی، پھر صلاح الدین نے عوام کو بھی ابوالحسن اشعری کے عقیدے پر لگا دیا تھا، اور یہی حال تمام شاہان بنی ایوب کے کے زمانے کا رہا، پھر ان کے غلام ترک شاہوں کا بھی وطیرہ یہی رہا۔ (الخطط للمقريزي (۳۸۵/۲))

سارے عالم اسلام میں اشعریت کے عقیدے کو پھیلانے میں اس صورت حال کا بڑا عمل دخل رہا ہے، چنانچہ مصر جو ایوبی حکومت کا دارالسلطنت تھا اس زمانے میں علم کی بھی راجدھانی تھا اور اس اشعری عقیدے کو پھیلانے میں جامع ازھر کا بھی بہت بڑا کردار تھا جسے لیکر سلطان صلاح الدین ایوبی اسماعیلی عبیدی حکومت کے خاتمے کے بعد مصر میں داخل ہوا تھا، اور صلاح الدین کے زمانے سے آج تک ازھر اشعری عقیدہ ہی کا حامل رہا ہے۔

اشاعرہ بہت سے اعتقادی مسائل میں اہل سنت کے مخالف ہیں ان میں سے بطور مثال کچھ باتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ان کے یہاں الٰہیات (توحید) اور نبوات کے قضیوں

میں مصدر تلقی (حصول علم کا سرچشمہ) تنہا عقل ہی رہی ہے، چنانچہ وہ لوگ عقیدہ کے ابواب کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: الٰہیات، نبوات، سمعیات، اور سمعیات سے ان کی مراد بعث، حشر، جنت اور نار وغیرہ مسائل یوم آخرت کے متعلقات ہیں۔

انہیں ان لوگوں نے سمعیات کا نام اس لئے دیا ہے کہ ان کے نزدیک ان کا مصدر نصوص شرعیہ ہیں اور ان کے علاوہ جو چیزیں یعنی الٰہیات ونبوات ہیں ان کا مصدر ان کے نزدیک عقل ہے۔

۲- ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان محض تصدیق کا نام ہے اس طرح انھوں نے عمل کو ایمان کے مسمی سے خارج کر دیا ہے۔

۳- ایمان کی اپنی اسی تعریف کی بنیاد پر انھوں نے توحید الوہیت کو توحید کی تقسیم سے خارج کر دیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے اس کا کوئی قسیم (حصہ دار) نہیں ہے، اپنے افعال میں واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اپنی صفات میں واحد ہے اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ یہ تعریف توحید الوہیت کی طرف اشارے سے خالی ہے، اسی لئے آپ کسی بھی اشعری معاشرے کو دیکھیں آپ کو اس میں توحید الوہیت کے سلسلے میں خلل ضرور ملے گا، اور شرک وبدعت کا بازار گرم ہوگا لوگوں میں اس کا خوب رواج ہوگا، کیونکہ لوگوں کو یہ سکھایا ہی نہیں گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت میں بھی ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۴- اسی طرح اپنی ایمان کی اس تعریف کی بنیاد پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی تعریف سے اتباع (ان کی پیروی) کو خارج کر دیا ہے اور نبی پر ایمان کو صرف تصدیقی امور میں محصور کر دیا ہے۔

اسی لئے اشعری معاشروں میں بدعتیں خوب پھلتی پھولتی ہیں۔

۵- انھوں نے اسماء وصفات کے باب میں بھی اہل سنت کی مخالفت کی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئے گا۔

۶- انھوں نے تقدیر کے باب میں بھی اہل سنت کی مخالفت کی ہے اور اس سلسلے میں وہ جبریہ کے موافق ہیں۔

۷- انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رویت کے مسئلے میں بھی اس اعتبار سے مخالفت کی ہے کہ وہ دیکھا جائے گا مگر کسی مکان (جگہ) میں نہیں۔

۸- انھوں نے مسئلہ کلام میں بھی اہل سنت کی مخالفت کی ہے، چنانچہ یہ لوگ صفت کلام کو اپنی حقیقت پر ثابت نہیں کرتے ہیں بلکہ کلام نفسی کے قائل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی مخالفتیں ان کے یہاں پائی جاتی ہیں۔

ماتریدیت

ہم آہنگی اور باہمی اتفاق کی وجہ سے ماتریدیت بھی اشعریت ہی کی بہن ہے، ان میں اس حد تک قربت پائی جاتی ہے کہ وہ دونوں ایک ہی فرقہ نظر آتی ہیں، اور ان میں تفریق مشکل ہوجاتی ہے۔ اسی لئے اشاعرہ اور ماتریدیہ میں سے ہر ایک اپنی تعبیر کے مطابق اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ ابوالحسن اشعری اور ابومنصوری ماتریدی یہی دونوں اہل سنت کے امام ہیں۔

شاید ان کے درمیان اس توافق کا مرکزی سبب یہ ہے کہ دونوں فرقوں کے افکار میں توافق پایا جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اختلافی مسائل بہت کم ہیں۔ اس کے کچھ دوسرے اہم اسباب بھی ہیں جن کا لحاظ رکھنا اور حساب میں لانا ضروری ہے، اور شاید ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ دونوں اپنی بنیاد میں ہمعصر ہیں، ساتھ ہی ان میں سے ہر فرقے کے اپنے اپنے نفوذ کے علاقے جدا جدا تھے اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں تھا۔

چنانچہ ماتریدیت کی نشر واشاعت ان احناف میں ہوئی جو عالم

اسلام کے مشرق اور شمال میں پائے جاتے تھے، لہٰذا کم ہی کوئی حنفی آپ کو اشاعرہ کے عقیدے پر ملے گا، صرف ابوجعفر سمنانی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حنفی ہونے کے باوجود اشعری تھے۔

جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اشعریت شوافع اور مالکیوں کے درمیان پھیلی ہے، اور یہ لوگ آج عالم اسلام کے وسط، مغرب، جنوب اور جنوب مشرق میں پائے جاتے ہیں، بیشتر شافعی و مالکی اشعریت پر قائم ہیں۔ میری مراد ان کے عوام نہیں بلکہ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔

ماترید یہ ابومنصور محمد بن محمد بن محمود بن محمد ماتریدی متوفی (۳۳۳ھ) کے ماننے والے ہیں ①۔ ان کا شمار فقہائے حنفیہ میں ہوتا ہے، یہ جدل و مناظرہ اور کلام کے آدمی تھے مگر سنن و آثار میں ان کی مہارت کچھ نہیں تھی۔

① (ان کے حالات کے متعلق دیکھئے: ڈاکٹر شمس الدین افغانی کی کتاب: الماتريدية وموقفهم من توحيد الاسماء والصفات (۱/۲۰۹))

انھوں نے عقیدہ کے اثبات میں کلامی منہج اختیار کیا تھا جو بڑی حد تک متأخر اشاعرہ کے منہج کے مشابہ ہے، ان کا شمار، ابن کلاب، ابوالحسن اشعری وغیرہ جیسے اہل کلام صفاتیہ میں ہوتا ہے، ماتریدی صاحب نے مسائل صفات اور ان سے متعلق امور کے متعدد مسائل میں ابن کلاب کی پیروی کی ہے۔ (مجموع الفتاوی (۷/۴۳۳)، کتاب الایمان (۴۱۴)، منہاج السنۃ (۲، ۳۶۲))

اور یہ بات معلوم ہے کہ احناف اور اہل مشرق عموماً علم کلام سے متاثر ہونے میں سب سے آگے تھے، چنانچہ جہم کی ابتدا بھی انہیں جہات سے تھی، اور اسی کے متعلق امام احمد جہم سے متعلق اپنی گفتگو میں فرماتے ہیں: ''اس کی باتوں میں ابوحنیفہ کے اصحاب اور بصرہ میں عمرو بن عبید کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے اس کی پیروی کی...'' (الرد على الجهمية (ص ۱۰۳-۱۰۵))

بشر بن غیاث مریسی (۲۲۸ھ) اور قاضی احمد بن أبي دؤاد (۲۴۰ھ) وغیرہ احناف ہی میں سے تھے، اس لئے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کہ ماتریدی حنفی بھی انہیں لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے علم کلام کی حمایت کی اور اس کی تاسیس اور اصول سازی کو وسعت دی ہو، یہاں تک کہ وہ اس کے اساطین میں سے اہم شخصیت بن گئے اور ایک کلامی مکتب فکر کے بانی بھی جو بعد میں انہیں کے نام سے معروف ہوا۔

(اپنے دوسرے دور) میں ماتریدی بھی ابوالحسن اشعری سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے، کیونکہ وہ معتزلہ کے بڑے سخت دشمن تھے، مگر وہ ابن کلاب کے طریقے پر کلامی منہج سے متاثر تھے یعنی اعتقادی مسائل کے اثبات میں کلامی منہجوں پر اعتماد کرتے تھے، ان کا حال بھی اس سلسلے میں ابوالحسن اشعری ہی کی طرح تھا، چنانچہ یہ دونوں ہی ابن کلاب کے اسی مکتب فکر کی توسیع وامتداد سمجھے جاتے ہیں جو تیسرے مکتب فکر سے معروف ہوا، کیونکہ جو اختلاف جاری تھا اس میں ایک طرف تو اہل سنت والجماعۃ تھے اور دوسری طرف جہمیہ اور معتزلہ تھے، پھر ابن کلاب آئے اور انھوں نے ایک تیسرا منہج ایجاد کیا، اور نصوص شرعیہ اور کلامی منہجوں کی آمیزش (تلفیق) کی کوشش کی جیسا کہ کلابیہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔

یہ کلابی مسلک عراق، رے اور خراسان میں موجود تھا اور بلاد ماوراء النہر میں خوب پھیلا ہوا تھا جو مختلف فرقوں اور گروہوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ (دیکھئے: احسن التقاسيم للمقدسی (ص ۳۲۳))۔

(ان شاءاللہ جاری ہے)

احکام ومسائل

نماز تراویح کے احکام ومسائل

کفایت اللہ سنابلی

تراویح کامفہوم:

تراویح یہ لفظ ترویحہ کی جمع ہے جس کا اصل معنی ہوتا ہے آرام کے لئے بیٹھنا۔ پھر اس کا استعمال رمضان مین قیام اللیل کے لئے ہونے لگا کیونکہ اس میں دو یا چار رکعت کے بعد آرام کے لئے بیٹھا جاتا تھا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سُمیّتِ الصلاۃُ فِی الْجَمَاعَۃِ فِی لَیَالِی رَمَضَانَ التَّرَاوِیحُ لِأَنہم أَولَ مَا اجْتَمَعُوا عَلَیْہا کَانوْا یَسْتَرِیحُونَ بَیْنَ کُلِّ تَسْلِیْمَتَیْنْ.

رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کا نام دیا گیا کیونکہ پہلی دفعہ جب ایک ساتھ سب نے باجماعت یہ نماز پڑھی تھی تو ہر دو سلام کے درمیان آرام کے لئے بیٹھتے تھے (فتح الباری لابن حجر 250 /4)

تراویح اور تہجد:

تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کا نام ہے دراصل رات کی نماز کو احادیث میں صلاۃ الیل، قیام الیل، وتر وغیرہ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے یہی نماز جب رمضان میں باجماعت ادا کی جاتی ہے تو اسے تراویح کا نام دیا جاتا ہے۔

ان دونوں میں فرق حالات کے لحاظ سے ہے یعنی رات کی نماز عام دنوں میں پڑھی جائے تو اسے تہجد کہتے ہیں اور رمضان میں اسی کا نام نماز تراویح ہے حالات کے لحاظ سے اس کی صفات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے یعنی رمضان میں یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے لیکن عام دنوں میں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی لیکن بعض حالات میں صفات کی تبدیلی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ دونوں الگ الگ نماز ہیں۔

مثال کے طور پر ظہر کی فرض نماز عام حالات میں چار رکعات پڑھی جاتی ہے لیکن اگر کوئی سفر میں ہو تو اس کے لئے قصر ہے یعنی وہ صرف دو رکعات پڑھتا ہے ظاہر ہے حالت سفر میں اس نماز کی صفت الگ ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی الگ نماز ہے بلکہ یہ وہی ظہر کی نماز ہے جو حضر میں چار رکعات پڑھی جاتی ہے لیکن سفر میں اس کی کیفیت بدل گئی ہے۔

تقریبا یہی مثال رات کی نماز کی ہے عام دنوں میں یہ فردا فردا پڑھی جاتی ہے لیکن رمضان میں یہ جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لیکن حالات کے لحاظ سے صفت کی یہ تبدیلی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ الگ الگ نمازیں ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ تراویح اور تہجد کو ایک ہی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ عامَّۃُ الْعُلَمَاء :إنَّ التراویحَ وصلاۃَ اللّیْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَان. وَالمُخْتَارُ عِنْدِی أَنَّہُمَا وَاحِدٌ وإِن اخْتَلَفَتْ صِفَتَاہُمَا، کَعَدَمِ الْمُوَاظَبَۃِ عَلَی التَّرَاوِیْحَ، وَأَدَائِہَا بِالْجَمَاعَۃِ، وَأَدَائِہَا فِی أَوَّلِ اللَّیلِ تارۃً وإِیْصَالِہَا إلی السَّحَر أُخری. بِخِلَافِ التہجُّدِ فَإِنَّہُ کَانَ فِی آخِرِ اللّیلُ وَلَمْ تَکُنَ فِیہ الجماعۃُ. وجَعْلُ اختلافِ الصفات دَلِیْلًا عَلی اخْتِلافِ نَوْعَیہِما لَیْسَ بِجیّدٍ عِنْدی، بَلَ کَانَتْ تِلْکَ صَلاۃً واحدۃً، إذا تقدَّمت سُمّیت بِاسْمِ التَرَاویحْ، وإذَا تأخَّرت سُمّیت بِاسْمِ التہجُّد، ولا بِدْعَ فِی تَسْمِیتِہَا بِاسْمَیْنِ عِنْدَ تَغَایُرِ الوَصْفَین، فَإِنَّہ لَا حَجْر فِی التَّغَایُرِ اِلاسْمِی إذا اجْتَمَعَتْ عَلَیہ الأُمۃُ. وإنّما یثبُتُ تغایُرُ النَّوْعَیْن إذا ثَبَت عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلّم أَنّہَ صَلیَ التہجُّدَ مَعَ إقامَتِہِ بالتراویحِ.

عام طور سے (ہمارے حنفی) علماء نے کہا ہے کہ: تراویح اور تہجد دو الگ الگ نماز ہے، لیکن میرے نزدیک یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں گرچہ ان دونوں کی صفات الگ الگ ہیں۔ مثلا تراویح پر مواظبت ہوتی ہے، اسے جماعت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اسے رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھا جاتا ہے اور کبھی کبھی سحر تک پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف تہجد کو رات کے آخری حصہ میں پڑھا جاتا ہے اس میں جماعت نہیں ہوتی ہے۔ اور صفات کے الگ الگ ہونے کو ان دونوں نماز کے الگ الگ ہونے کی دلیل بنانا میرے نزدیک بہتر نہیں ہے۔ بلکہ تراویح اور تہجد یہ دونو ں ایک ہی نماز ہیں جب اسے پہلے پڑھا جاتا ہے تو اسے تراویح کا نام دیا جاتا ہے اور جب اسے تاخیر سے پڑھا جاتا ہے تو اسے تہجد کا نام دیا جاتا ہے۔ اور صفات کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے اسے دو نام سے موسوم کرنا انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ اتفاق امت سے مختلف نام رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ یہ دو الگ الگ نمازیں اس وقت ثابت ہوتیں جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے تراویح پڑھنے کے ساتھ ساتھ تہجد بھی پڑھی ہے (فیض الباری علی صحیح البخاری 567 /2)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

يُؤَيّدهُ فِعْلُ عُمَرَ رضى الله تعالى عنه، فَإِنَّه كَانَ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ فِي بَيْتِهِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ، مَعَ أَنه كَانَ أَمَرَہم أَنْ يؤدُّوہا بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدَ، وَمَع ذلِكَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُل فِيہا. وَذَلِكَ لأنهُ كَانَ يَعْلم أَنَّ عَمَلَ النبيّ صلى الله عليه وسلّم كَانَ بِأَدَائِہا فِي آخِرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ نَبّہہم عَلَيْه قَال: إِنَّ الصّلَاةَ التى تَقُوْمُونَ بِہا فِي أَوّلَ اللَّيْل مَفْضُولَةٌ عَمَّا لَو كُنْتُم تُقِيمُونَہا فِي آخِرِ اللَّيل. فَجَعَلَ الصَّلاَةَ وَاحِدَةً.

اور تراویح اور تہجد کے ایک ہونے کی تائید عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی ہوتی ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں رات کے اخیر میں تراویح پڑھتے تھے، جبکہ آپ نے لوگوں کو مسجد میں جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا تھا اس کے باوجود بھی آپ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتے تھے، اور ایسا اس وجہ سے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو رات کے آخری حصہ میں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں کو اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا: جس نماز (تراویح) کو تم لوگ رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے ہو وہ فضیلت میں کمتر ہے بنسبت اس کے کہ اگر تم اسے رات کے آخری حصہ میں پڑھو۔ چنانچہ یہاں پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز قرار دیا (فیض الباری شرح صحیح البخاری 24 /4)

نماز تراویح کا حکم: تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے علامہ البانی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَيْستَ صَلاةُ التَرَاوِيْح مِنَ النَّوَافِلِ الْمُطْلَقَةِ حَتى يَكُوْنَ لِمُصلى الْخَيَارُ فِي أَنَ يُصَلّيہا بِأَى عَدَدٍ شَاء بلْ ہِيَ سُنَّة مؤكدة تَشْبَہُ الفَرَائِضَ مِنْ حَيْثُ أَنَّہا تَشْرَعُ مَعَ الْجَمَاعَةِ.

نماز تراویح مطلق نوافل کی طرح نہیں ہے کہ نمازی کو اختیار رہے وہ جتنی چاہے پڑھے بلکہ یہ سنت مؤکدہ اور اس اعتبار سے فرض نماز کے مشابہ ہے کہ یہ باجماعت مشروع ہے (صلاۃ التراويح -الألبانى ص: 29)

نماز تراویح کی فضیلت:

نماز تراویح کی بڑی فضیلت وارد ہے اس سلسلے میں متعدد احادیث ہیں:

عَنْ أَبِي ہُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّہِ صَلَّى اللّہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لیے قیام کرے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری 16 /1)

نماز تراویح کا وقت:

نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لیکر فجر کی نماز تک ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین راتوں میں باجماعت تراویح پڑھائی تھی ان تینوں راتوں میں نماز کے اختتام کا وقت الگ الگ تھا پہلی رات تہائی شب تک نماز پڑھائی تھی اور دوسری رات نصف شب تک اور تیسری رات نماز فجر کے قریب تک، حدیث ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا، حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِي السَّادِسَةِ، وَقَامَ بِنَا فِي الخَامِسَةِ، حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هَذِهِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى بَقِيَ ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ، وَصَلَّى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ، وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى تَخَوَّفْنَا الفَلَاحَ، قُلْتُ لَهُ: وَمَا الفَلَاحُ، قَالَ: السُّحُورُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے آپ نے تئیسویں رات تک ہمارے ساتھ رات کی نماز نہیں پڑھی (یعنی تراویح) پھر تیئسویں رات کو ہمیں لے کر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی پھر چوبیسویں رات کو نماز نہ پڑھائی لیکن پچیسویں رات کو آدھی رات تک نماز (تراویح) پڑھائی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آرزو تھی کہ آپ ہماری باقی رات بھی ہمارے ساتھ نوافل پڑھتے آپ نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز میں شریک رہا اس کے لئے پوری رات کا قیام لکھ دیا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستائیسویں رات تک نماز نہ پڑھائی۔ ستائیسویں رات کو پھر کھڑے ہوئے اور ہمارے ساتھ اپنے گھر والوں اور عورتوں کو بھی بلایا یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ فلاح کا وقت نہ نکل جائے راوی کہتے ہیں میں نے ابوذر سے پوچھا فلاح کیا ہے تو انہوں نے فرمایا سحری امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے (سنن الترمذی: 160 /3رقم 806واسنادہ صحیح)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لیکر فجر کی نماز سے کچھ قبل تک ہے۔

تراویح کی جماعت کا حکم:

تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا مشروع ہے بلکہ اس کی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ ماقبل میں پیش کردہ حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ.

جو شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز میں شریک رہا اس کے لئے پوری رات کا قیام لکھ دیا گیا (سنن الترمذی: 160 /3رقم 806واسنادہ صحیح)۔

ماہ رمضان میں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض لوگ یہ بات کہہ کر اس سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے اور سچائی یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی ہوتی تھی بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی جماعت کے ساتھ تراویح ہوتی تھی بلکہ اس سے بھی قبل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی باجماعت تراویح ہوتی تھی۔

اور اس بات کی دلیل کہیں اور نہیں بلکہ عین اسی حدیث میں موجود ہے جسے پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ باجماعت تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

آیئے پوری حدیث دیکھتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ القَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى المَسْجِدِ، فَإِذَا

النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔لوگ متفرق اور منتشر تھے،کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کوئی اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا، چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوجاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔(صحيح البخاري كتاب صلاة التراويح: باب فضل من قام رمضان،رقم ۲۰۱۰)

اس حدیث میں غور کیجئے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب پہلی رات عبدالرحمن بن عبدالقاری کے ساتھ مسجد میں آئے تو مسجد میں یہ منظر دیکھا:فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ.

لوگ متفرق اور منتشر تھے،کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی رات مسجد میں یہ منظر بھی دیکھا: وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ.

اور کوئی اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔

صحیح بخاری کی شرح کرنے والے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَحَاصِلُهُ أَنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ يُصَلِّي مُنْفَرِدًا وَبَعْضَهُمْ يُصَلِّي جَمَاعَةً.

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور بعض جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے(فتح الباری لابن حجر 4/ 252)

غور کریں بخاری کی اسی روایت میں صاف دلیل موجود ہے کہ لوگ شروع ہی سے جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔یعنی اس رات مسجد میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد سے قبل ہی لوگ جماعت سے نماز تراویح پڑھ رہے تھے اور لوگوں کا یہی عمل عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھی تھا بلکہ عہد رسالت سے ہی یہ عمل جاری تھا۔

ایسی صورت میں یہ کہنا قطعا درست نہیں کہ باجماعت نماز تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے؟

اب رہا سوال یہ کہ پھر اس رات عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ کیا تھا؟ تو عرض ہے کہ اس رات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ تھا کہ جو لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں انہیں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے یعنی مسجد میں باجماعت نماز کی شکل باقی رکھی جائے اور جو لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں ان سب کو پابند کیا جائے کہ وہ بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔

چناں چہ عمر فاروقؓ نے حکم صادر کردیا کہ سب لوگ جماعت میں شامل ہوکر ایک ہی امام کے ساتھ اکٹھا ہوکر نماز پڑھیں۔

یہ ہے تراویح سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کی حقیقت اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جماعت سے تراویح کی نماز عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی ہے بلکہ اس کے برعکس اس میں اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح شروع

ہی سے ہو رہی تھی۔ اور یہ سلسلہ عہدِ رسالت ہی سے چلا آ رہا تھا۔

واضح رہے کہ بعض احادیث میں جو یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی اس کے بعد آپ نے تراویح کی امامت نہیں کروائی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے قبل یا اس کے بعد جماعت سے تراویح کا کوئی ثبوت ہی نہیں تھا۔ بلکہ کئی احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان تین راتوں کے علاوہ بھی صحابہ کرام جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا تھا۔ دیکھئے: (مسند أبی یعلی الموصلی 336 /3 واسنادہ صحیح، سنن ابی داؤد: ۲۔ ۵۰ رقم ۱۳۷۷ وھو حسن)

نمازِ تراویح کی رکعات کی تعداد:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مع وتر صرف گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کی بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری (45 /3): کتاب صلاۃ التراویح: باب فضل من قام رمضان ، رقم 2013)۔

محدثین نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو رمضان کے قیام یعنی تراویح اور تہجد دونوں طرح کے عناوین اور ابواب کے تحت ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ محدثین کی نظر میں تراویح اور تہجد ایک ہی ہے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں تراویح اور تہجد ہی کی رکعات کا ذکر ہے۔

چنانچہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں کتاب صلاۃ التراویح میں اس حدیث کو درج کیا ہے اور اس پر فضل من قام رمضان یعنی تراویح پڑھنے کی فضیلت کا باب قائم کیا ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری : کتاب صلاۃ التراویح: باب فضل من قام رمضان، حدیث نمبر 2013۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان یعنی رمضان میں تراویح کی رکعات کی تعداد کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: کتاب الصلاۃ (جماع أبواب صلاۃ التطوع، وقیام شہر رمضان : (باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، حدیث نمبر 4285۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن الحسن نے مؤطا محمد میں باب: قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضلیعنی رمضان میں تراویح پڑھنے اور اس کی فضیلت کے بیان کے تحت ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: موطأ محمد بن الحسن الشیبانی: ابواب الصلاۃ: باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل، حدیث نمبر 239۔

احناف کے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مؤطا محمد کے اس باب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا:

قولہ :(قیام)شہر رمضان ویسمی التراویح.

یعنی ماہ رمضان کے قیام کا نام تراویح ہے۔ (التعلیق المُمَجَّد للکنوی: 351 /1)

احناف کہتے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو کتاب التہجد

میں ذکر کیا ہے۔

عرض ہے کہ اس میں پریشان ہونے کی بات کیا ہے جب تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں تو اس حدیث کا ذکر تراویح کے بیان میں بھی ہوگا اور تہجد کے بیان میں بھی ہوگا۔

چنانچہ محدثین نے اگر تہجد کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے تو تراویح کے بیان میں بھی اسے ذکر کیا ہے جیسا کہ اوپر حوالے دیئے گئے۔

اگر فرض کرلیں کہ یہ الگ الگ نمازیں ہیں تو ایسی صورت میں مذکورہ حدیث کی رو سے دونوں نمازوں کی تعداد یکساں ماننا لازمی ہوگا کیونکہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کی تعداد یکساں بتلائی ہے، چنانچہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو سوال ہوا تھا وہ رمضان کی خاص نماز یعنی تراویح کے سلسلے میں ہوا تھا لیکن اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے تراویح اور تہجد دونوں کی رکعتوں کی تعداد یکساں بتلاتے ہوئے جواب دیا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث میں تراویح کی تعداد کا ذکر نہیں تو یہ لازم آئے گا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کے اصل سوال کا جواب ہی نہیں دیا کیونکہ اصل سوال تو تراویح ہی کے بارے میں ہوا تھا، لہٰذا یہ ماننا ضروری ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصل سوال کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ ایک زائد بات بھی بتلادی یعنی تراویح کی رکعات بتلانے کے ساتھ ساتھ تہجد کی رکعات بھی بتلادی۔

ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ سائل کا سوال تراویح سے متعلق نہ تھا بلکہ تہجد سے متعلق تھا اس لئے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے رمضان وغیر رمضان میں اس کی تعداد یکساں بتلائی۔

جواباً عرض ہے کہ سائل کا سوال عام تہجد سے متعلق ہوتا تو سائل کو رمضان کی شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سوال عام تہجد سے متعلق تھا تو سائل کو عام الفاظ ہی میں سوال کرنا چاہئے تھا، لیکن سائل نے عام الفاظ میں سوال نہیں کیا ہے بکہ خاص رمضان کا نام لیکر رمضان کی خاص نماز کے بارے میں پوچھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان کی خاص نماز اہل علم کی اصطلاح میں تراویح کے نام سے جانی جاتی ہے، لہٰذا سائل کا سوال تراویح ہی سے متعلق تھا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا، فَلَمْ نَزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، فَدَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجَوْنَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْنَا فَتُصَلِّيَ بِنَا، فَقَالَ: كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھائی پھر اگلی بار ہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید کی کہ اللہ کے نبی ہمارے پاس (امامت کے لئے) آئیں گے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پھر اللہ کے نبی ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ہمیں امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے اور امامت کرائیں گے، تو آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہوا کہ وتر تم پر فرض نہ کردی جائے۔(صحیح ابن خزیمة 138 /2رقم 1070)۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ.

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام سوسو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔(موطأ مالک : 115 /1واسناده صحيح على شرط الشيخين ومن طريق مالك رواه النسائى فى السنن الكبرى 113 /3رقم 4687

و الطحاوی فی شرح معانی الآثار 293 /1رقم 1741۔

یہ روایت بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے اس کی سند میں کسی علت کا نام ونشان تک نہیں ، اس روایت سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعات تراویح اور تین رکعات وتر ہی کا حکم دیا اوران کے دور میں آٹھ رکعات تراویح ہی ہوتی تھی۔

اس روایت کے برخلاف کسی ایک بھی روایت میں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ عہد فاروقی میں یا اس سے قبل یا اس کے بعد کسی ایک بھی صحابی نے آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھی ہو۔اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کی آٹھ رکعات ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔

آج کل بعض حضرات نے فوائد ابی بکر النیسا پوری سے یہ روایت ذکر کر کے معنوی تحریف کرتے ہوئے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ محمد بن یوسف نے گیارہ رکعت کی تعداد بیان کرنے سے رجوع کرلیا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ محمد بن یوسف نے جب گیارہ رکعات کی تعداد بتلائی تو ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے سوال کیا:

أو واحد وعشرين ؟!

یا اکیس رکعات؟

اس کے جواب میں ان کے استاذ محمد بن یوسف نے کہا:

لقد سمع ذلك من السائب ابن يزيد ابنُ خصيفة ، أو قلت لإحدى وعشرين؟

اس طرح کی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔کیا میں نے اکیس رکعات کہی؟

یعنی شاگرد یہاں اپنے استاذ سے کہا کہ آپ گیارہ رکعات کی جگہ اکیس رکعات تو نہیں کہنا چاہتے ؟ اس پر ان کے استاذ نے کہا کہ اکیس رکعات تو یزید بن خصیفہ روایت کرتے ہیں ، کیا میں نے بھی کبھی اکیس رکعات بیان کی ہے؟ جب میں نے کبھی اکیس رکعات بیان ہی نہیں کی تو پھر مجھے لقمہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں پر محمد بن یوسف کے اس مکمل جواب کے درمیان ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے اپنی پوچھ تاچھ بھی شامل کر کے بیان کردی کہ:

فسألتُ يزيد بن خصيفة، فقال: حسبتُ أنّ السّائب قال: أحد وعشرين.

پھر میں نے یزید بن خصیفہ سے اس بارے میں سوال کیا توانہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔

اس کے بعد شاگرد نے جواب کا بقیہ حصہ بھی اپنے استاذ محمد بن یوسف کا نام لیتے ہوئے بیان کردیا کہ:

قال محمد: أو قلت لإحدى وعشرين ؟

یعنی محمد بن یوسف نے کہا: کیا میں نے اکیس رکعات کہی؟

یہ ہے روایت کے اس آخری حصہ کی حقیقت جسے معترض اپنی جہالت کی بنا پر یا تو سمجھ نہیں پا رہا ہے یا پھر خیانت اورفریب سے کام لے رہا ہے۔

بالفاظ دیگر محمد بن یوسف کی روایت سے ان کے شاگرد کے اضافی الفاظ کو الگ کر کے پھر محمد بن یوسف کے جواب کو مکمل پڑھیں تو پوری بات آئینہ کی طرح صاف نظر آتی ہے۔

شاگرد اسماعیل بن امیہ کے الفاظ کو شامل کر کے ان کے استاذ محمد بن یوسف کا جواب یوں ہے:

قال: لقد سمع ذلك من السائب ابن يزيد بن خصيفة(فسألت يزيد بن خصيفة، فقال: حسبتُ أنّ السّائب قال إحدى وعشرين، قال محمد:) أو قلت لإحدى وعشرين؟

محمد بن یوسف نے کہا: اس طرح کی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے(پھر میں نے یزید بن خصیفہ سے اس بارے میں سوال کیا توانہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔محمد بن یوسف نے کہا:) کیا میں نے اکیس رکعات کہی؟

شاگرد اسماعیل بن امیہ کے الفاظ کو نکال کر ان کے استاذ

محمد بن یوسف کا جواب یوں ہے:

قال: لقد سمع ذلك من السائب ابن يزيد بن خصيفة أو قلت لإحدى وعشرين؟

محمد بن یوسف نے کہا: اس طرح کی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، کیا میں نے اکیس رکعات کہی؟

روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہاں محمد بن یوسف کی طرف سے کسی طرح کے رجوع کا کوئی نام ونشان نہیں بلکہ اس کے برخلاف گیارہ رکعت کے بیان پر ان کی طرف سے مزید وثوق ویقین کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن جب الو کو آفتاب نیم روز میں بھی نہ دکھائی دے تو اس میں سورج کیا کیا قصور ہے۔

اللہ ہم سب کو حق بات کہنے، سننے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق دے آمین۔

نماز تراویح اور ختم قرآن:

رمضان میں نماز تراویح میں اگر پورے ماہ میں قرآن مجید ختم کرلیا جائے تو یہ اچھی بات ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن یہ چیز واجب اور فرض نہیں ہے کہ نماز تراویح میں لازمی طور پر قرآن مجید ختم کیا جائے۔ اگر کہیں پر مصلیان مین ضعیف اور کمزور لوگوں کی کثرت ہو یا وہاں کی اکثرت ختم قرآن کی متحمل نہ ہو تو وہاں پر مکمل قرآن سے کم کی قرات پر ہی اکتفاء کرلیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

اور بعض حضرات نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ تراویح میں جتنی راتوں میں قرآن ختم کرلیا جائے اتنی راتوں کی تراویح ہی کافی ہے چنانچہ بعض لوگ شبینہ کے نام سے ایک رات میں ہی قرآن ختم کر لیتے ہیں اور وہاں کے مصلیان یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہمیں مزید تراویح پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا قران تو ختم ہو چکا ہے تو یہ چیز جائز ودرست نہیں بلکہ بدعت وگمراہی ہے۔

واضح رہے کہ بعض مرفوع احادیث میں اس بات کی ترغیب ملتی ہے کہ ہر مسلمان کو ہر ماہ میں ایک بار قرآن ختم کرنا چاہئے۔

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی: 275) نے کہا:

حدثنا سليمان بن حرب ثنا حماد عن عطاء بن السائب عن أبيه عن عبد الله بن عمرو قال: قال لى رسول الله صلى الله عليه و سلم "صم من كل شهر ثلاثة أيام واقرأ القرآن فى شهر" فناقصنى وناقصته فقال "صم يوما وأفطر يوما" قال عطاء واختلفنا عن أبى فقال بعضنا سبعة أيام وقال بعضنا خمسا.

صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین روزے رکھا کر اور مہینہ بھر میں ایک قرآن ختم کیا کر، پھر روزوں کی تعداد اور ختم قرآن کی مدت میں میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کمی بیش پر بات چیت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تو پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے، عطاء کہتے ہیں کہ میرے والد سے لوگوں نے روایت کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض نے ختم قرآن کی آخری مدت سات دن بتائی اور بعض نے پانچ دن۔ (سنن أبى داود: 442 /1رقم 1389 واسناده صحيح)۔

لیکن یہ بات کسی حدیث میں نہیں ملتی کہ یہ ختم قرآن نماز کے اندر ہی ہونا چاہے اس لئے نماز سے باہر بھی قرآن کی تلاوت کر کے پورے رمضان میں ایک قرآن ختم کیا جا سکتا ہے۔

تراویح کے بعد نفل نماز:

مسنون رکعات تراویح جو کہ وتر سمیت گیارہ رکعات ہیں ان رکعات کے بعد کیا مزید نفل نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں یا نہیں تو بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ مسنون تعداد کے بعد بھی نفل نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں جبکہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک رات میں ان رکعات کے علاوہ مزید نماز پڑھنی ثابت نہیں ہے اس لئے اس مسنون عدد سے تجاوز نہیں کرنا چاہے یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی ہر طرح کا خیر ہے۔

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

رمضان المبارک کے شب وروز اور احکام ومسائل

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

رمضان کے روزوں کی فرضیت:

رمضان کے پورے مہینے کے روزے ہر بالغ مسلمان مرد عورت پر فرض ہیں اور بغیر کسی شرعی ورخصتی عذر کے روزہ چھوڑنا سخت گناہ ہے، رمضان کے روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں 9 سال رمضان المبارک کے روزے رکھے، امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لئے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔ المجموع (6/250)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة:183)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جسطرح تم سے پہلے لوگوں (امتوں) پر فرض تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اسی طرح احادیث سے بھی رمضان کے روزوں کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے، جب ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں جانے کے لیے عمل دریافت کیا تو آپ نے ان کو جو اعمال بتائے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ "و تصوم رمضانَ" یعنی" اور یہ کہ تم رمضان کے روزے رکھو" (بخاری، حدیث نمبر:1397، مسلم، حدیث نمبر:14)

اسی طرح آپ علیہ السلام نے اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر بتائی ان میں سے ایک چیز رمضان کے روزے ہیں (بخاری، حدیث نمبر:8، مسلم، حدیث نمبر:16)

رمضان کی آمد آمد ہے، لہذا موقع، موسم اور ماہ رمضان کے شروع ہونے کی مناسبت سے ذیل میں رمضان المبارک کے روزوں کے احکام ومسائل بیان کیے جارہے ہیں:

نیا چاند

1- نیا چاند دیکھنے کی دعا:

کسی بھی مہینے کا نیا چاند دیکھنے کی دعا یہ ہے: "اللَّهمَّ أهلِلهُ علَينا باليُمنِ والإيمانِ والسَّلامَةِ والإسلامِ ربِّي وربُّكَ اللَّهُ" (ترمذی، قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب قال الشيخ الألباني : صحيح،، صحيح الترمذی، حدیث نمبر:3451)

ترجمہ" اے اللہ! اس پہلی رات کے چاند کو امن وسلامتی اور ایمان واسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما، (اے چاند) میرا اور تمہارا رب اللہ تعالی ہی ہے" (ترمذی:3451)

لہذا رمضان اور عیدین کا نیا چاند دیکھنے پر بھی اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

نیت

2- زبان سے نیت کرنا:

" بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" (بخاری، حدیث نمبر:

1)اورفرض روزے کاارادہ فجر سے پہلے پہلے کرلیناضروری ہے۔

نوٹ: نیت دل کے ارادے کا نام ہے، روزے کی نیت کے مروجہ الفاظ" وبصوم غدنویت..." کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، نہ رسول سے، نہ صحابہ سے، حتی کہ ائمہ اربعہ سے بھی ثابت نہیں، نیت جیسا کہ ہم نے بتایا دل کے ارادے کو کہا جاتا ہے، جب آپ زبان سے الفاظ ادا کرتے ہیں تو وہ" کلام" کہلاتا ہے، نیت نہیں۔

سحری

3-سحری کھانا چاہیے:

سحری کھانے میں برکت ہے لہذا جان بوجھ کر بغیر سحری کے روزہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تسحَّروا، فإن في السَّحورِ بركةً" (بخاری، حدیث نمبر:1923، مسلم حدیث نمبر:1095)

یعنی" سحری کھاؤ کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے" (بخاری:1923، مسلم:1095) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا معمول بھی سحری کرنے کا تھا (دیکھیے بخاری، رقم الحدیث:575) لہذا عمداً اس سنت کو ترک نہیں کرنا چاہیے البتہ اگر کسی وجہ سے سحری نہیں کھا سکے یا نہیں کھائی تو روزہ ہو جائے گا۔

4-سحری کھانے کے دوران اگر اذان ہوجائے؟:

آپ سحری کھا رہے ہوں اور اسی دوران فجر کی اذان ہونے لگے تو اگر آپ کا پیٹ بھر چکا ہے تب تو کھانے سے رک جائیں اور اگر بھوک باقی ہو یا ابھی کھانا شروع کیا ہو تو کھانے سے فوراً رکنے کے بجائے جلدی جلدی کھانا کھالیں اور اپنی ضرورت پوری کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:إذا سمعَ أحدُكُمُ النِّداءَ والإناءُ على يدِهِ ، فلا يَضعهُ حتَّى يقضيَ حاجتَهُ منهُ.(راوی : أبو هريرة، صحيح أبي داود، حدیث نمبر:2350)

" جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور کھانے کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہو تو پیالہ فوراً نہ رکھ دے (یعنی کھانے سے نہ رک جائے) بلکہ اپنی ضرورت پوری کر لے (صحیح ابو داود :2350)

اہم نوٹ: یوپی اور دیگر کچھ علاقوں میں بعض مساجد والے اذان کے اصل ٹائم سے تقریباً 10 منٹ پہلے سائرن بجا کر یا گولے کی آواز سے یا مائک کے ذریعے ختم سحری کا اعلان کر دیتے ہیں، اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں، سحری میں شریعت نے کوئی" احتیاطی ٹائم" نہیں رکھا، جب تک فجر کی اذان کا وقت نہ ہوجائے شریعت سحری کھانے کی اجازت دیتی ہے۔

افطار

5-افطار کا وقت:

جب سورج غروب ہو جائے تو روزے دار کو افطار کر لینا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:إذا أقبل الليلُ من ها هنا، وأدبر النهارُ من ها هنا، وغربتِ الشمسُ، فقد أفطر الصائِمُ .(راوی : عمر بن الخطاب، صحيح البخاري، رقم الحديث :1954)

یعنی" جب رات آ جائے، دن چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزے دار روزہ کھول لے" (بخاری:1954، مسلم)

6-افطار کی دعا:

افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:" ذَهَبَ الظَّمأُ وابتلَّتِ العُروقُ وثبَتَ الأجرُ إن شاءَ اللَّهُ.(راوی: مروان بن سالم بن المقفع، : صحيح أبي داود، حدیث نمبر: 2357)

قال الألبانی: حسن، حافظ ابن حجر اور شیخ ابن باز نے بھی حسن کہا ہے، دیکھیے: تخریج مشکاۃ المصابیح: 23/2 اور حاشیۃ بلوغ المرام لإبن باز، ص: 407)

اہم نوٹ: بعض علاقوں میں کچھ لوگ سورج غروب ہونے کے بعد احتیاط کے طور پر 2-1 منٹ رکے رہتے ہیں، پھر افطار کرتے ہیں، اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے، غروب آفتاب ہوتے ہی آپ افطار کرلیں، یقین پر عمل کریں، شک و شبہ سے دور رہیں۔

7۔ کس چیز سے افطار کرنا (روزہ کھولنا) مسنون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے روزہ کھولتے تھے، اگر کھجور نہ ہوتی تو آپ پانی سے روزہ افطار کرتے (راوی: أنس بن مالك، ابوداود و ترمذی،، السلسلة الصحيحة :2840)

لہٰذا مسنون یہ ہے کہ کھجور سے روزہ کھولا جائے، اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی کے چند گھونٹوں سے، اس کے بعد جو چاہیں کھائیں۔

نوٹ: نمک سے روزہ کھولنا ثابت نہیں۔

تراویح

8۔ قیام اللیل، تہجد، تراویح:

قیام اللیل، تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، رمضان المبارک اور رمضان کے علاوہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل 11 / رکعت پر مشتمل ہوتا، رمضان میں اسی قیام اللیل کو تراویح کہا جاتا ہے، لہٰذا مسنون یہ ہے کہ 11 رکعات تراویح مع تین وتر ادا کریں (اگر کوئی شخص 13 / رکعت بھی پڑھ لے تو سنت کے دائرے ہی میں رہے گا، 8 رکعات تراویح اور 5 رکعت وتر)، اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے تعلق سے فرماتی ہیں: "ما كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يَزيدُ في رمضانَ ولا في غيرِهِ على إحدى عشرةَ ركعة.(بخاری، حدیث نمبر: 1147، 2013،، مسلم: 738)

کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔'' (بخاری: 2013، مسلم: 738)

نیز حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھایا کریں۔ (موطا امام مالک، الصلاۃ، باب ماجاء فی قیام رمضان، حدیث: ۲۸۰، اس کی سند ایک دم بے داغ ہے)

نوٹ: 20 / رکعات تراویح نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ خلفائے راشدین سے، بغیر کمی وبیشی کے فقط 20 رکعات تراویح کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں، تفصیل الجماعۃ کے اسی شمارے میں شیخ کفایت اللہ سنابلی کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں)

9۔ خواتین کا مسجد میں تراویح پڑھنا:

خواتین مسجد میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے جاسکتی ہیں، جیسا کہ تراویح کے تعلق سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث کا آخری ٹکڑا اس طرح ہے: ".... ثمَّ لم يصلِّ بنا حتَّى بقيَ ثلاثٌ منَ الشَّهرِ وصلَّى بنا في الثَّالثةِ ودعى أهْلَهُ ونسائَهُ فقامَ بنا حتَّى تخوَّفنا الفَلاحَ قلتُ لَه وما الفلاحُ قالَ السُّحورُ". (صحیح الترمذی، حدیث نمبر: 806)

''... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ہمیں تیسری مرتبہ (ستائیسویں شب کو) نماز (تراویح) پڑھائی اور اپنے گھر والوں اور بیویوں کو بھی اس میں شامل کیا...'' (صحیح الترمذی: 806)

نواقضِ وضو

10۔ کھانے پینے اور ہمبستری کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا

ہے۔

11۔بھول کر کھانا پینا:

بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إذا نسِي فأكَل وشرِب فليُتِمَّ صومَه، فإنما أطعمَه اللهُ وسَقاه .

(راوی: أبو ہریرۃ، صحیح البخاری، حدیث نمبر:1933)

" جب کوئی شخص بھول کر کھا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے (یعنی اس کا روزہ نہیں ٹوٹا) کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے" (بخاری:1933)

12۔روزے کی حالت میں مسواک کرنا:

مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے (بخاری، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس)

13۔احتلام ہونے یا مذی کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

احتلام یا مذی خارج ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ ہمبستری کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، یہ میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے (دیکھیے تخریج مشكاة المصابيح للالبانی، رقم الحديث:2004)

14۔حیض ونفاس:

حیض ونفاس والی خاتون روزہ نہیں رکھے گی، رمضان کے بعد وہ صرف روزوں کی قضا کرے گی، نماز کی نہیں، حتی کہ اگر روزے کی حالت میں حیض یا نفاس کا خون آنا شروع ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک خاتون کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: " ہمیں حیض آتا تھا تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا" (مسلم حدیث نمبر:335)

15۔رمضان کی راتوں میں ہمبستری کا حکم:

رمضان المبارک کی راتوں میں ہمبستری کرنا حلال ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے "أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ " (البقرۃ:187)

" تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو بیویوں کے پاس جانے کو حلال کر دیا گیا ہے"۔

روزوں کی رخصت

16۔سفر میں روزہ:

سفر میں روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے درمیان رخصت ہے، چاہیں تو رکھیں اور چاہیں تو نہ رکھیں، بعد میں اس کی قضا کر لیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم سولہویں روزے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لیے نکلے، ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا، تو روزہ چھوڑنے والوں نے روزہ رکھنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ روزہ رکھنے والوں نے چھوڑنے والوں پر کوئی اعتراض کیا۔ (مسلم، حدیث نمبر:1116)

17۔بڑھاپا اور ختم نہ ہونے والی بیماری:

اگر کوئی بہت زیادہ بوڑھا ہے یا اسے کوئی ایسی بیماری ہے کہ اس کے صحیح ہونے کی امید نہیں تو ایسا شخص (یا عورت) روزہ چھوڑ سکتا ہے، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اس پر روزے کی قضا نہیں ہے، یہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے: رخص للشيخ الكبير أن يفطر ويطعم عن كل يوم مسكينا ، ولا قضاء عليه.(الدارقطنی۔: بلوغ المرام۔ص: 190، سند صحیح ہے)

18۔قضا روزوں کا طریقہ:

قضا روزے مسلسل اور متفرق دونوں طرح رکھنے جائز ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں" (قضا روزے رکھنے میں) الگ الگ روزے رکھے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اللہ کے اس فرمان کیوجہ سے کہ" دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کر لی جائے" (بخاری، باب متی یقضی قضاء رمضان)

اعتقاف

19۔اعتکاف کا حکم، وقت اور بعض چیزیں:

اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اللہ اگر توفیق دے تو آخری عشرے کا اعتکاف کرنا چاہیے، اعتکاف جس طرح مردوں کے لیے مشروع ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی مشروع ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں" أن النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كان يعتكفُ العشرَ الأواخرَ من رمضانَ حتى توفاهُ اللهُ، ثم اعتكفَ أزواجُهُ من بعدِهِ .(راوی: عائشة أم المؤمنين، صحیح البخاری، حدیث نمبر: 2026، مسلم، حدیث نمبر: 1172)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے بھی اعتکاف کیا۔(بخاری)

اعتکاف میں بغیر کسی ضروری حاجت کے مسجد سے نہیں نکلنا چاہیے، نیز حالت اعتکاف میں رات کو بھی ہمبستری کرنا منع ہے جبکہ غیر معتکف کے لیے رات کے وقت ہمبستری کو مشروع رکھا گیا ہے۔

20۔شب قدر:

رمضان کے آخری عشرے میں ایک رات ایسی ہے کہ اس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، لیکن وہ رات کونسے روزے کو ہوگی اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، لہذا رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن قام ليلةَ القدرِ إيمانًا واحتسابًا، غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه، ومَن صام رمضانَ إيمانًا واحتسابًا غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه .(راوی : أبو هريرة، صحيح البخاري، رقم الحديث:1901)

" جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کے ارادے سے شب قدر میں قیام کرتا ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کے ارادے سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

شب قدر

شب قدر کیا ہے؟

شب قدر کی دعا یہ ہے: اللهمَّ ! إنك عفُوٌّ تحبُّ العفْوَ ؛ فاعْفُ عنِّي.(راوی :عائشة أم المؤمنين، السلسلة الصحيحة -رقم الحديث:3337)

نوٹ: یہ روایت کہ" رمضان کا اول حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت کا ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے" انتہائی ضعیف ہے،.(دیکھیے:ضعیف الجامع، رقم الحدیث:2135) لہذا اس کے ناقابلِ استدلال ہونے کی وجہ سے ماہ رمضان کی مذکورہ تقسیم درست نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پورا رمضان رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے اور اللہ تعالی ہر رات افطار کے وقت روزے داروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے(صحیح سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر:1332)

❖ ❖ ❖

تزکیہ وتربیت

روزہ: تربیت کے چند زاویے

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

رمضان کا مہینہ اپنی برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ سایہ فگن ہے ۔زمانہ کے اعتبار سے رمضان کی سعادتوں کی تین جہتیں ہیں ۔مغفرت ، برکت اور تربیت ۔ یہ مہینہ ایک طرف ماضی میں بندے سے ہونے والی خطاؤں کی مغفرت کا موقع ہے ۔وہ بھی ایسا موقع کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس مہینہ کو پالینے کے بعد بھی مغفرت نہ کرا پانے والے بندہ کو بدنصیب قرار دیا ہے۔(۱) دوسری طرف حال میں نیکوں کی برکتیں سمیٹنے کا مہینہ ہے۔کہ بندہ سے اس ماہ میں کم عمل اور کم محنت پر زیادہ اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔رمضان میں عمرہ کرنے پر حج کے ثواب کی حدیث اس پر دال ہیں۔(۲) تیسری طرف یہ بندے کے مستقبل کے لیے تربیت کا ایک مستقل کورس ہے۔جو ہر سال بندے سے کرایا جاتا ہے ۔ہم رمضان کے تربیتی زاویوں کے حوالے سے کچھ باتیں اس مضمون میں سپرد قرطاس کریں گے۔

روزہ اور تقویٰ:

عبادت کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت بندے کی طرف سے اللہ کی عظمت و بزرگی اور اپنے فقر و احتیاج کے اظہار کا ذریعہ ہے ۔البتہ بندہ جب ان عبادتوں کا حق ادا کرتا ہے تو یہ عبادتیں بندے کے کردار پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ان اثرات میں سب سے گہرا اثر ہے تقویٰ۔ رمضان کے روزوں کا تقویٰ کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔یہ تعلق کئی زاویوں سے ہے۔

قرآن مجید میں متقین کی سب سے پہلی صفت بیان ہوئی ۔ الذین یومنون بالغیب ۔جو لوگ اللہ پر غائبانہ ایمان رکھتے ہیں ۔اور روزہ ایمان بالغیب کا سب سے بڑا مظہر ہے کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان ایسی راز دارانہ عبادت ہے جس کی تکمیل کا علم یا تو اللہ کو ہے یا بندے کو۔روزے کی اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ رب العزّت نے روزے کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا: **الصوم لی**۔روزہ میرے لیے ہے۔ **وانا اجزی به**۔اور اس کی جزاء میں دوں گا۔ **یدع طعامه وشرابه وشهوته لاجلی**۔ بندہ اپنا کھانا پینا اور شہوت میرے لیے قربان کر دیتا ہے۔(۳)

روزہ کی ساری سعادتیں اصل میں اس **لِاَجلِي** (میرے لیے) ہی میں پنہاں ہیں ۔ یہ **لِاَجلِي** ہی بھوک اور پیاس کی فطری حاجت کو عبادت بنا دیتا ہے ۔اور عبادت بھی اس درجہ کی کہ روزے دار کے منہ کی بو بھی اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتی ہے ۔(۴) ایسی عبادت جس کو معمول بنانے والوں کے لیے رب العزت والجلال نے جنّت میں ایک الگ دروازہ خاص کر دیا ہے۔(5)

یہ **لِاَجلِي** جب روزہ کی بنیاد بنتا ہے تو روزہ کے شجر سے تقویٰ کا ثمر پھوٹتا ہے ۔روزہ کی عبادت سے تقویٰ برآمد کرنا ہی روزہ کا بنیادی مقصد ہے ۔اس لیے روزہ کی فرضیت جس آیت میں کی وہیں فرمایا۔ **لعلكم تتقون** ۔یہ روزہ تم پر فرض ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ تم تقویٰ والے ہو جاؤ۔ بندے کا روزہ اگر اس

لِاَجلِی سے محروم رہ جائے تو روزہ عبادت نہیں، عادت ہے۔ ایک رسم، روایت ہے۔ دکھاوا ہے۔ اور دکھاوے کا روزہ اجر نہیں وِزر ہے۔ لائق ثواب نہیں باعث عذاب ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: من صام یرائی فقد اشرك۔ جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔(۶)

تربیت نفس:

نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ بلا شبہ نفس انسان کو برائی کی طرف لے جانے والا ہے۔(یوسف:53) زندگی کے ہر مرحلہ میں بندے کے سامنے دوراہیں ہوتی ہے۔ ایک راہ وہ جس پر نفس اس کو کھینچ رہا ہے۔ دوسری طرف وہ جس پر چلنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ نفس کے راستے کی منزل جہنم ہے۔ حفت الجنۃ بالمکارہ، وحفت النار بشھوات۔ جنت نفس کی ناپسندیدہ چیزوں اور جہنم شہوات نفس سے گھیر دی گئی ہے۔(۷) اللہ کا راستہ جنت کا راستہ ہے۔ جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین چلے اور جس پر چلنے کی توفیق ہم صبح وشام رب العزت سے طلب کرتے ہیں۔

بھوک اور پیاس نفس کا سب سے شدید تقاضہ ہے۔ روزہ اللہ کے لیے نفس کے تقاضوں کو مارنے کی مشق ہے۔ بندے کے لیے سبق ہے کہ جس رب کے لیے وہ اپنے نفس کے جائز تقاضوں کی قربانی دے رہا ہے اس رب کے لیے نفس کے ناجائز تقاضوں کو بدرجہ اولی قربان کرے۔

رزق اور رزّاق:

پیٹ انسان کی زندگی کی ضرورت ہے۔ لیکن انسان کی سوچ نیچ ہو تو وہ پیٹ کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ یہ ایسی ضلالت ہے جو انسان سے اس کی انسانیت چھین لیتی ہے۔ انسان گمراہی کے آخری درجہ پر جا پہنچتا ہے۔ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ دیکھا آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے؟ باوجود یہ کہ وہ جانتا بوجھتا ہے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اس کی سننے اور سمجھنے کی صلاحیتوں پر مہر لگا دی ہے۔ اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ اب اگر اللہ اسے ہدایت نہ دے تو کون اسے ہدایت دے سکتا ہے۔ کیا تم پھر بھی نصیحت قبول نہیں کرو گے؟ (الجاثیہ:۴۵)

پیٹ ہی جب انسان کی زندگی کا محور ہو جائے تو انسان سے انسانیت نکل جاتی ہے۔ وہ جانوروں کی زندگی جیتا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ تو بس عیش کرنے کے لیے جیتے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور جہنم ہی ان کا ٹھکانہ ہے۔(محمّد:12)

روزہ ایمان والے بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ رزق کا پجاری نہیں رزاق کا بندہ ہے۔ پیٹ بھرنا اسکی زندگی کی ضرورت ہے۔ مقصد نہیں۔ یہ رزق سے بے اعتنائی نہیں رزاق سے لگاؤ ہے۔ اس سے عقیدت ومحبّت کا اظہار ہے۔ اطاعت کا عہد ہے۔ اس کی عملی مثال ہے۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ کھانا، کھلانے والے سے بڑا نہیں۔ کھلانے والا جب تک کھلائے تو کھانا عبادت اور کھلانے والا جب کھانے سے روک دے تو کھانے سے رک جانا عبادت۔

شکر اور صبر:

نعمت اور مصیبت زندگی کے دو پہیے ہیں۔ انسان ان دو حالتوں سے کبھی جدا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن بندے کا ایمان اور کفر

ان دونوں حالتوں کے ساتھ اس کے رویّہ کومختلف کر دیتا ہے ۔ کافر نعمت میں تکبر اور مصیبت میں شکوے، کفر اور ناشکری کی حالت میں ہوتا ہے ۔مومن بندہ نعمت میں شکر اور مصیبت میں صبر واستقامت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ روزہ بیک وقت شکر کی بھی تعلیم دیتا ہے اور صبر کی بھی مشق کراتا ہے۔

شکر دو چیزوں کا مرکّب ہے۔نعمت کی قدر اور منعم کی احسان مندی ۔نعمت کی قدر ہی نہ ہو تو منعم کے لیے احسان مندی کے جذبات پیدا ہی نہیں ہو سکتے ۔اب انسان کا مزاج یہ ہے کہ جب تک نعمت اس کی دسترس میں ہوتی ہے اس کو نعمت کی قدر کا احساس نہیں ہوتا۔ جب نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے تو نعمت کی اہمیت کا احساس جاگتا ہے ۔ روزہ کے مختصر سے وقفہ میں جب بندہ تھوڑی دیر کے لیے زندگی کی دو بنیادی ضرورتوں سے دور کر دیا جاتا ہے تو ان کی اہمیت کا احساس اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔نعمت کی قدر کا یہ احساس جب ایمان کے ساتھ ملتا ہے تو بندہ شکر گزاری کے مقام تک پہنچتا ہے۔

روزہ صبر اختیاری کی ایک بہترین مثال ہے۔صبر کبھی اجباری ہوتا ہے۔صبر اجباری یعنی ایسی مصیبتوں پر صبر جن کے دور کرنے کی طاقت بندے میں نہیں۔صبر کبھی اختیاری ہوتا ہے کہ بندہ مصیبتوں کے دفع کرنے پر قادر ہو لیکن اللہ کی رضا کے خلاف جانے کے بجائے وہ اس مصیبت پر صبر کرنے کو ترجیح دے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں صبر کی ان دونوں قسموں کی مثالیں موجود ہیں ۔بچپن میں ان کا کنویں میں ڈالا جانا ایسی مصیبت تھی جس کو دفع کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔اس حالت میں ان کا صبر ان کی مجبوری تھی ۔لیکن عزیز مصر کی بیوی کی دعوت پر بدکاری کرنے کے بجائے جیل کی مصیبتیں انہوں نے خود اختیار کیں ۔جیل کی مصیبتوں پر ان کا صبر اختیاری تھا۔اختیاری صبر، صبر کا اعلیٰ درجہ ہے اور روزہ اس صبر کا بہترین عملی نمونہ۔کہ بندہ بھوک اور پیاس کی اس شدّت پر اللہ کی رضا کے لیے صبر اختیار کرتا ہے۔روزہ اس طرح بندے کو زندگی کے راستے میں اللہ کی فرمانبرداری پر آنے والی ہر تکلیف پر صبر کی مشق کراتا ہے۔مومن بندے کی پوری زندگی اسی صبر سے عبارت ہے۔اُس کی زندگی بھی روزہ کی طرح ہوتی ہے ۔ وہ زندگی بھر خواہشات کی بھوک اور شہوتوں کی پیاس کو مارتے ہوئے جنت کے افطار کا انتظار کرتا ہے۔اور اپنے عزم میں کامیاب رہا تو قیامت کے دن اس خوش بختی کو پا بھی لے گا۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔(8)

فقر کا احساس:

عبادت دو رویّوں سے عبارت ہوتی ہے ۔ غاية التعظيم اور غاية التذلل ۔یعنی انتہاء درجہ کی تعظیم اور انتہاء درجہ کی انکساری اور تذلّل (اپنی بے بسی ، لاچارگی ،فقر واحتیاج کا اظہار)۔انہیں دونوں احساسات کے اظہار کا نام عبادت ہے ۔اللہ کی قدرت وعظمت اور عطا وعنایت کا احساس بندے کے دل میں اللہ کے لیے تعظیم کے جذبات پیدا کرتا ہے تو اپنی محتاجگی اور بے بسی کا ادراک تذلّل اور محتاجگی کے احساس کو جنم دیتا ہے۔روزہ ایک طرف اللہ کی عنایتوں کی قدر بندے کے دل میں پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف اس کو اپنی لاچارگی اور بے بسی کا احساس دلاتا ہے ۔ بھوک اور پیاس انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔کھانا پینا اس کی زندگی کی بنیادی ضرورت ۔

خالق اور مخلوق کے بیچ یہ سب سے بڑا فرق ہے۔ کہ مخلوق محتاج محض ہے اور خالق غنی اور صمد۔ قرآن مجید میں جہاں حضرت عیسی اور مریم علیہما السلام کی ربوبیت کی نفی کی گئی وہاں یہی ایک دلیل ان کی خدائی کے ردّ کے لیے کافی سمجھی گئی۔ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ. مسیح ابن مریم تو بس ایک رسول تھے۔ان سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں۔ ان کی والدہ ایک راست باز خاتون تھیں۔ **اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے**۔ دیکھیے ہم ان کے سامنے نشانیاں کتنے واضح انداز میں پیش کررہے ہیں پھر بھی یہ کہاں بہکے چلے جارہے ہیں۔(المائدہ:75)

انسان کی اصل یہ ہے کہ وہ بندہ ہے۔محتاج و بےبس۔ لاچار اور کمزور۔ اس کی ایک ایک سانس اللہ رب العزت والجلال کی عنایتوں کی محتاج ہے۔ اس کی ساری قوتیں، سب صلاحیتیں دو وقت کی روٹی کی محتاج ہیں۔اوپر والے کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں لیکن اگر کھانا اور پانی کی یہ دو نعمتیں ہی وہ انسان سے چھین لے اس کی زندگی کا قصہ تمام ہے۔ روزہ بندے کے فقر و بےبسی کا احساس اُس کے دل میں پیدا کرتا ہے۔فقر و محتاجگی کا یہ احساس ہی بندگی کی بنیاد ہے۔ یہ احساس اس کو بندگی کی حدوں میں رکھتا ہے۔اپنی حدوں کو پھلانگ کر تکبر کا راستہ اختیار کرنے سے روکتا ہے۔ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ.

خاتمہ:

زندگی میں ایک اور رمضان کا پالینا انتہائی سعادت اور بڑی نعمت ہے.اس نعمت کی قدر اور عظمت کا احساس اگر دِل میں پیدا نہ ہو رہا ہو تو ان لوگوں کو یاد کریں جو پچھلے رمضان میں آپ کے ساتھ تھے لیکن اس رمضان کی سعادتیں اللہ نے اُن کی قسمتوں میں نہیں لکھی تھیں۔

ضرورت بھر کھائیں۔

ضرورت بھر سوئیں۔

اور ضرورت بھر بات کریں۔

یہ تین فارمولے آپ کے رمضان کو پُر سعادت بنا سکتے ہیں۔

اللہ ہم سب کے لیے اس رمضان کو خوشگوار تبدیلی والا رمضان بنائے۔نیکیوں کے اس سیزن میں اپنے نامہ اعمال طاعت کے کاموں سے مزیّن کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ گناہوں کے دامن کو رب کریم مغفرتوں کی برکھا میں پاک کرلینے کی سعادت سے نوازے.اپنے ان خوش بخت بندوں میں شامل کرے جن کے نام اس ماہ جنّت کی رسید کٹنی ہے اور جہنّم سے آزادی کا پروانہ ملنا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) سنن ترمذی: حدیث نمبر ۷۴۹۲۔ شیخ الالبانی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ابی داود: حدیث نمبر ۱۹۹۰، شیخ الالبانی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۴۹۲

(۴) صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۴۹۲

(۵) صحیح بخاری: حدیث نمبر:۱۸۹۶

(۶) مسند احمد۔ط الرسالہ: حدیث نمبر ۱۷۱۴۰

(۷) صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۲۲

(۸) صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۴۹۲

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

کاغذی کرنسیوں اور زیورات کی زکاۃ

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

کاغذی کرنسیوں کی زکاۃ

کاغذی (اور دھاتی) کرنسیوں کی کیفیت:

چونکہ موجودہ دور میں سونے چاندی سے لین دین کا طریقہ تقریباً بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اور لوگ ان کے بدلے ممالک میں رائج کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کے ذریعہ کاروباری اور دیگر لین دین کے معاملات کرنے لگے ہیں، اس لئے اہل علم کے مابین اس سلسلہ میں خاصا اختلاف ہے کہ ان کاغذوں کی کیفیت اور حیثیت کیا ہے؟ چنانچہ ان کی کیفیت کے سلسلہ میں متاخرین فقہاء امت کی حسب ذیل پانچ رائیں ہیں:

۱۔ یہ کاغذی نوٹ، جاری کرنے والوں کی طرف سے قرض کی رسیدیں ہیں۔

۲۔ یہ کاغذی نوٹ، تجارتی اموال اور سامانوں میں سے ایک مال اور سامان ہیں۔

۳۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے اور چاندی کے علاوہ سے بنائے گئے سکوں کے مشابہ ہیں، جیسے تانبے، پیتل وغیرہ کے سکے ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی سے نکلے ہیں اور ان کا بدل ہیں۔

۵۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی کے مثل ایک مستقل کرنسی ہیں۔

سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ کی اکثریت نے آخری کیفیت کو قریب تر اور مناسب قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء (1/ 53) و (1/ 88)، قرار نمبر (10) بتاریخ 17/ 8/ 1393ھ۔ نیز، ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/ 20)۔

کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کا نصاب:

اب ان کرنسیوں کے نصاب کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا ان کا نصاب چاندی کا نصاب ہوگا یا سونے کا نصاب؟ یعنی زکاۃ نکالنے میں چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا یا سونے کے نصاب کا؟

۱۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ چاندی کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ چاندی کا نصاب متفق علیہ ہے، نیز اس لئے کہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنا فقراء ومحتاجوں کے حق میں زیادہ نفع بخش ہے۔

۲۔ اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ سونے کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ عہد نبوی اور اس کے بعد کے ادوار میں چاندی کی قیمت میں خاصی تبدیلی آچکی ہے، بلکہ اس کی قیمت وحیثیت نہایت معمولی رہ گئی ہے، اس کے برخلاف سونے کی قیمت بڑی حد تک ثابت اور باقی ہے، نیز اس لئے بھی کہ سونے کا نصاب دیگر اموال زکاۃ کے نصاب سے قریب ہے، جیسے پانچ اونٹ، اور چالیس بکریاں وغیرہ، بھلا یہ کیونکر معقول ہوسکتا ہے کہ شریعت چار اونٹ اور انتالیس بکریوں کے مالک کو فقیر قرار دیکر اُس پر زکاۃ فرض نہ کرے اور چاندی کے نصاب کے بقدر روپیوں کے مالک کو مالدار قرار دیکر اُس پر زکاۃ فرض کرے، جس سے ایک بکری بھی نہیں خریدنا ممکن نہیں؟؟

اور یہی موقف زیادہ موزوں، بہتر اور مبنی برعدل ہے۔

(جیسا کہ شیخ ابو مالک کمال بن السید سالم نے ذکر کیا ہے، دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/ 23)، نیز دیکھئے: فقہ الزکاۃ للقرضاوی (1/ 263)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/ 1834)۔

۳۔ جبکہ بعض اہل علم کی ایک تیسری رائے یہ ہے کہ ان کی زکاۃ سونے چاندی دونوں میں سے کم تر نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، یعنی سونے کے نصاب کی قیمت اور اسی طرح چاندی کے نصاب کی قیمت کا حساب کیا جائے گا اور دونوں میں سے کم تر نصاب کا اعتبار کرکے کاغذی کرنسی سے زکاۃ نکالی جائے گی۔ کیونکہ ایسا کرنا فقراء کے حق میں بہتر ہوگا، زکاۃ دینے والا بھی بری الذمہ ہوجائے گا، اور مذکورہ دونوں اقوال میں تطبیق بھی ہوجائے گی۔

اس رائے کو عبداللہ بن منصور الغفیلی نے اپنی کتاب میں راجح قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی حاشیہ میں اس سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ کاغذی کرنسیوں کے نصاب میں سونے اور چاندی کے نصاب کی درمیانی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، تو ایک بہتر بات ہوگی، لیکن میرے علم کے مطابق موجودہ دور کے فقہاء میں سے یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے، لہٰذا مسئلہ ابھی مزید غور وتامل کا متقاضی ہے۔ (دیکھئے: نوازل الزکاۃ ''دراسۃ فقہیۃ تاصیلیۃ لمستجدات الزکاۃ'' (ص:161-162)۔

کاغذی کرنسیوں کی زکاۃ اور اس کے شرائط:

چونکہ کاغذی کرنسیاں سونے چاندی کی طرح مستقل بالذات کرنسیاں اور مال ہیں، اور ان سے وہ سارے مالی معاملات انجام پاتے ہیں، جو سونے چاندی یعنی درہم ودینار سے انجام پاتے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت سونے چاندی جیسی ہے، اور جب یہ سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں تو مطلوبہ شرائط کے ساتھ ان کی زکاۃ نکالنا فرض ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان عام اور شامل ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا [التوبۃ:103]۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد عام اور شامل ہے:

''... فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، ...''۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقۃ، (2/ 119)، حدیث (1458)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام (1/ 51)، حدیث (19)۔

اور اس میں ادنیٰ شک نہیں موجودہ کاغذی نوٹ، کرنسیاں مال ہیں، بلکہ تمام تر لین دین کے معاملات وہی اصل اور متداول ہیں۔ (دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء، (1/ 88)، والشرح الممتع لابن عثیمین، 4/ 99، ومجموع فتاوی ابن باز، (14/ 125)۔

اور کاغذی کرنسیوں میں وجوب زکاۃ وہی شرطیں ہیں جو سونے چاندی میں وجوب زکاۃ کی شرطیں ہیں، یعنی مالک نصاب ہونا، یعنی (92) گرام سونے کے برابر ہونا اور اس پر ایک ہجری سال گزرنا، اور جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو دسویں کے چوتھائی حصہ (2.5%) کے حساب سے زکاۃ نکالی جائے گی، جیسا کہ سونے چاندی کے ضمن میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔

زیورات کی زکاۃ:

سونے چاندی کے مباح اور پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ کا حکم:

اس مسئلہ میں سلف تا خلف اہل علم کا اختلاف رہا ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی تقریبا چار رائیں [1] پائی جاتی ہیں، جن میں مشہور

اقوال اور رائیں حسب ذیل دو ہیں:

(۱)(دیکھئے: سبل السلام (1/ 533)، وجامع احکام النساء لمصطفی العدوی (2/144)۔

پہلی رائے: یہ ہے کہ عورت کے پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے:

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عائشہ صدیقہ اور اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم اور چند تابعین سمیت، جمہور اہل علم کی رائے ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ (3/ 41)، والمجموع شرح المہذب (6/ 33)، وبدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد (2/ 11)، وجامع ترمذی (3/20)۔

نیز زکاۃ ان مالوں میں واجب ہوتی ہے جن میں نمو اور بڑھوتری ہوتی ہو، یا جن میں تجارت وغیرہ کی جائے، جبکہ پہننے والے زیورات تجارت کے لئے ہیں، نہ ان میں تجارت کی جاتی ہے، نہ بڑھوتری ہوتی ہے، لہٰذا ان کی حیثیت پہنے اور استعمال کئے جانے والے کپڑوں جیسی ہے، جن میں زکاۃ نہیں ہوتی۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کی صورت میں زکاۃ ادا کرتے کرتے ایک دن زیوارت ختم ہو جائیں گے۔

(لیکن فی الواقع بات ایسی نہیں ہے، بلکہ زیورات اگر نصاب سے ایک گرام بھی ہوں گے تو زکاۃ کا وجوب ختم ہو جائے گا، اور معتدل زینت کے لئے اتنی مقدار سونا کم نہیں! جبکہ چاندی کے زیورات اس کے علاوہ ہیں۔ دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (18/ 310)۔

ان آثار اور تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ سونے چاندی کے زیورات میں مطلق طور پر زکاۃ واجب ہے، خواہ وہ پہننے کے لئے ہوں، یا ذخیرہ (بیلنس) کرنے کے لئے، یا تجارت وغیرہ کے لئے۔

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن مسعود، عمر فاروق، عبد اللہ بن عمرو، اور ایک روایت کے مطابق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی رائے ہے۔ (دیکھئے: جامع احکام النساء للعدوی، (2/143-159)۔

وجوب کے دلائل:

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، میں کنز کی تفسیر:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ زیورات پہنتی تھی، چنانچہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو زکاۃ کی ادائیگی کے نصاب کو پہنچے اور اس کی زکاۃ نکالی جائے، وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن أبی داود (2/ 95)، حدیث (1564)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (1/ 547)، حدیث (1438)، حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود - الأم (5/ 284)، حدیث (1397)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (2/ 100)، حدیث (559)، وصحیح الجامع (2/ 978)، حدیث (5582)۔

۲- زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور عدم ادائیگی پر وعید کے سلسلہ میں کئی خاص احادیث وارد ہیں جیسے کنگن [1]، کڑوں [2] کی زکاۃ سے متعلق سوال۔

[1] (سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ما ھو وزکاۃ الحلی (2/ 95)، حدیث (1563)، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی (5/ 38)، حدیث (2479)، یہ حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود - الأم (5/283)، حدیث (1396)۔

② (مسند أحمد طبع الرسالۃ (11/248)، حدیث (6667) دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (1/471)، حدیث (768)۔

اسی طرح صحابہ کے کئی آثار ہیں جیسے:

عبداللہ بن مسعود، عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمرو، عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۳۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کی عملی دلیل:

شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طوق لے کر آئی جو ستر (۷۰) مثقال سونے کا تھا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس طوق میں سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ فرض زکاۃ لے لیجئے۔ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس میں سے (1.75 مثقال) یعنی پونے دو مثقال زکاۃ لے لی اور اسے بھیج دیا۔۔۔میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی ذات کے لئے اس بات سے خوش ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہیں۔ (جزء فیہ أحادیث ابن حیان المعروف بأبي الشیخ الاصبھانی، لابن مردویہ (ص:83)، حدیث (30)، یہ حدیث صحیح ہے، اسے محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (6/1183)، حدیث (2978)۔

۵۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر صحابہ کرام کے آثار:

راجح:

مسئلہ میں اہل علم کے دونوں اقوال اور ان کے دلائل کا جائزہ لینے سے جو بات راجح معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) وہ یہ ہے کہ حسب ذیل وجوہات کی بنا پر زیورات میں زکاۃ واجب ہے:

۱۔ مجموعی طور پر وجوب کے دلائل عدم وجوب کے دلائل سے واضح، قوی اور ٹھوس ہیں۔

۲۔ وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے عمومی دلائل موجود ہیں، جن کا کوئی قابل اعتبار مخصص نہیں ہے [۱]، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ کی کوئی عمومی نص یا عام صحیح مرفوع حدیث بھی موجود نہیں ہے۔

(۱) (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ فی فقہ الکتاب والسنۃ المطہرۃ (3/39)، والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ (1/129)۔

۳۔ وجوب کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی ایک سے زائد مرفوع صحیح اور حسن احادیث موجود ہیں، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث سوائے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موجود نہیں ہے، اور اُسے محققین نے باطل و بے اصل قرار دیا ہے۔

۴۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں صحابہ و تابعین کے جو آثار موجود ہیں، وجوب کے دلائل کے بالمقابل اُن کی معقول توجیہ و تعلیل کی جانی ممکن ہے، برخلاف عدم وجوب کے دلائل کے بالمقابل وجوب کے دلائل کی۔

۵۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار صحابہ و تابعین اور تعلیلات، وجوب کے دلائل پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"... وَلَكِنْ بَعْدَ صِحَّةِ الْحَدِيثِ لَا أَثَرَ لِلْآثَارِ"۔ (سبل السلام، للامیر الصنعانی (1/533)۔

لیکن حدیث صحیح ہونے کے بعد ان آثار کا کوئی اثر نہیں۔

۶۔ وجوب پر عمل کرنا شرعاً زیادہ قرین احتیاط و اطمینان ہے، نیز اس میں مومن کے لئے اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا پہلو موجود ہے، واللہ اعلم۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت و جماعت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سالانہ کارکردگی کا ایک خاکہ

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شہر ممبئی، تھانہ اور دیار کوکن میں جماعت اہل حدیث کی نمائندہ تنظیم ہے۔ تنظیمی سرگرمیوں اور دعوتی جدوجہد کے حوالہ سے صوبائی جمعیت ملک بھر میں معروف ہے۔ وسیع لائحہ عمل، فعّال تنظیمی اور دعوتی شعبہ جات اور مختلف دعوتی صلاحیتوں میں مہارت رکھنے والے علماء اور دعاۃ کی مضبوط ٹیم کے حوالہ سے صوبائی جمعیت ملک بھر کے اداروں میں اپنی خصوصی شناخت رکھتی ہے۔ اللہ کے فضل واحسان اور جماعت کے قیمتی تعاون کے ساتھ ہم اپنی وسعت بھر کوشش کر رہے ہیں کہ جماعت کی تنظیم اور تنسیق اور دعوت کی ذمہ داریاں جمعیت کما حقہ ادا کر سکے۔ ذیل میں جمعیت کی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

شعبہ تنظیم ورابطہ عامہ:

صوبائی جمعیت اہل حدیث کا حلقۂ عمل ودائرہ کار ممبئی، تھانہ، پالگھر اور دیار کوکن کے تمام اضلاع ہیں۔

صوبائی جمعیت کے تحت ضلعی جمعیتوں کے 12 حلقے ہیں اور مقامی جمعیتوں کے 100 سے زائد حلقے ہیں۔

صوبائی جمعیت اپنی ماتحت جمعیتوں کی کارکردگی کا مستقل جائزہ لیتی رہتی ہے۔ یہ جمعیات صوبائی جمعیت کے ساتھ مستقل رابطہ میں رہتی ہیں۔ صوبائی جمعیت مختلف ضروری اور مطلوبہ سرگرمیوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کراتی رہتی ہے۔ وقتاً فوقتاً ضلعی امراء اور نظماء کی مشاورتی مجالس بھی منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔

تھانہ سے الگ ہو کر مستقل ضلع کی حیثیت اختیار کرنے والے ضلع پالگھر اور تھانہ کے بعض مقامات کو ملا کر نئی ضلعی جمعیت تشکیل دی گئی۔ پالگھر کی ضلعی جمعیت میں انتخاب کے بعد امارت کی ذمہ داریاں شیخ عبدالحکیم مدنی اور نظامت کی ذمہ داریاں شیخ فاروق عمری حفظہما اللہ کے سپردگی کی گئی ہیں۔

مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کی میٹنگیں موقع بموقع ہوتی رہتی ہیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کی قریبی میٹنگ 19 / مئی ۲۰۱۷م بروز جمعہ بعد نماز عصر شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں ضلعی جمعیتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ مستقبل کے لیے منصوبہ بندی پر گفتگو کی گئی۔ اور نئی میقات کے لئے انتخاب کے موضوع پر بھی اہم فیصلے کئے گئے۔

شعبہ دعوت:

حسب سابق امسال بھی ماہانہ اجتماعات کا سلسلہ جاری رہا۔

دعوتی سرگرمیوں میں اضافہ کرتے ہوئے اس سال صوبائی جمعیت کی جانب سے مختلف مساجد میں ہفتہ واری اجلاس کا اہتمام کیا گیا۔

صوبائی جمعیت کی جانب سے منعقد کیے جانے والے ہفتہ واری اجتماعات کے علاوہ بھی صوبائی جمعیت کے سات دعاۃ ممبئی کی مختلف مساجد کی جانب سے دعوت پر دروس اور اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔

خطبات جمعہ دعوت وتبلیغ کا ایک موثر ذریعہ ہیں۔صوبائی جمعیت کے دعاۃ ہر جمعہ ممبئی کی مختلف مساجد میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔

حج تربیتی کیمپ:

14 اگست 2016 اتوار کے دن صوبائی جمعیت کی جانب سے جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں حسب روایت حجاج کرام کی تربیت کے لیے حج تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔

اسی پروگرام میں بعد صلاۃ مغرب تا دس بجے شب عوام کے لئے اجلاس عام کا بھی انعقاد کیا گیا۔

دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ:

ائمہ مساجد کا مقام مسلم معاشرہ میں بہت بلند اوران کی ذمہ داریاں انتہائی اہم ہیں۔19، اکتوبر 2016ء بروز اتوار ائمہ ودعاۃ کی تربیت اور تدریب کے لئے صبح دس بجے سے صلاۃ مغرب تک مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا میں دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ کا انعقاد کیا گیا مختلف علمی اور منہجی موضوعات پر بیس علماء نے خطاب فرمایا۔۔اس پروگرام میں تین سو سے زائد ائمہ، دعاۃ اور طلبہ وکارکنان دعوت نے شرکت کی۔جمعیت کی جانب سے تمام مشارکین کو سند اور خصوصی تحائف کے ذریعہ حوصلہ افزائی کی گئ۔

تحفظ شریعت کانفرنس:

مسلم پرسنل لاء کے خلاف سیاسی اور ذرائع ابلاغ کی سطح پر چل رہی لہر کے خلاف ،شریعت اسلامیہ پر کیے جانے والے بے جا اعتراضات کی تردید کے لیے صوفی عبدالرحمٰن گراؤنڈ، جھولا میدان، بائیکلہ ویسٹ میں یک 1 / جنوری 2017 کو یک روزہ تحفظ شریعت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس میں ملک کے موجودہ حالات اور مختلف سیاسی اور سماجی مسائل پر متعدد علماء نے رہنمائی فرمائی۔پروگرام الحمدللہ انتہائی کامیاب رہا۔یہ پروگرام جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے اشتراک سے منعقد ہوا۔

- جماعت کی تمام مساجد کے ذمہ داران اور ٹرسٹیان کی میٹنگ اور مختلف امور پر تبادلہ خیال بھی صوبائی جمعیت کی سرگرمیوں کا اہم حصّہ ہے۔ان شاء اللہ کچھ ہی دنوں میں اس میٹنگ کا انعقاد کیا جائے گا۔
- صوبائی جمعیت کے ذمہ داران اور دعاۃ دیگر اداروں کے دعوتی وتربیتی اجتماعات اور کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں اور حسب طلب ملک کے دیگر خطوں میں بھی جاتے ہیں۔
- جماعت اور منہج مخالف سرگرمیوں کا بروقت تدارک اور حسب ضرورت کارروائیاں بھی اس شعبے کی ذمہ داریوں کا حصہ ہیں۔

رقیہ سینٹر کے نام پر ملک کے الگ الگ علاقوں میں چل رہے فتنہ اور منکرات کے خلاف اصولی جدوجہد جاری ہے۔

شعبۂ دعوت اور دیگر سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے امسال مزید ایک داعی کا تقرر کیا گیا ہے۔

اس وقت جمعیت کے کل دعاۃ کی تعداد آٹھ ہے۔ ان کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے علماء کے علاوہ چار اسٹاف ہیں۔

شعبۂ تعلیم وتربیت:

اس شعبے کا مقصد طلباء میں تعلیمی رجحان کو بڑھانا اوران کے اندر حصول علم کے لئے مسابقتی جذبہ پیدا کرنا ہے، نیز ان کی تعلیمی

رہنمائی اور کمزور طلباء کا تعاون بھی منصوبوں کا حصہ ہے۔

طلباء کے درمیان مذاکرۂ علمیہ کے عنوان سے مختلف میدانوں میں مسابقوں کا اہتمام جمعیت کی سرگرمیوں میں داخل ہے، رواں سال میں اس سرگرمی میں انقطاع کے باوجود مستقبل میں جمعیت اس کے لئے پرعزم ہے۔

صوبائی جمعیت چند مکاتب کو مدرسین کی تنخواہوں کے مد میں بھی تعاون کرتی ہے۔

ان شاء اللہ ماہ رمضان کے بعد مدارس اور مکاتب کے طلبہ کے لیے مختلف مسابقات کا انعقاد کیا جائے گا۔

مذکورہ شعبوں کے علاوہ حسب ذیل شعبے بھی مختلف قسم کی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور ان کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

شعبۂ افتاء وتصفیہ معاملات:

یہ جمعیت کا کافی فعال شعبہ ہے، جمعیت کے مفتی صاحب مختلف مسائل پر آنے والے استفتا کا جواب باقاعدگی سے دیتے ہیں، تحریری وزبانی دونوں طرح سے یہ سرگرمی جاری ہے۔

- طلاق وخلع جیسے مسائل میں بھی جمعیت کے ذمہ داران صلح صفائی اور نزاعات کے خاتمے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرتے ہیں اور فریقین کے لئے اپنے وقت کا بڑا حصہ صرف کرتے ہیں اور ان کی خیرخواہی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے ہیں۔
- پورے سال میں تقریبا سو سے زائدہ فتاوے صوبائی جمعیت کی جانب سے ایشو کیے گئے جن کی نقول دفتر میں موجود ہے۔
- دیگر امور میں بھی باہمی نزاعات کے خاتمے کے لئے جو لوگ جمعیت سے رجوع کرتے ہیں ذمہ داران ان کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں۔
- جماعتی احباب یا علماء کے لئے اگر مشیئت الٰہی سے جماعتی یا ملی اعتبار سے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو جمعیت امکانی تعاون کے لئے ہمیشہ تیار رہتی ہے اور ماضی میں کئی معاملات میں جمعیت نے اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کی کوششیں صرف کی گئی ہیں۔ وللہ الحمد.
- جمعیت کے علماء بھی ذاتی ملاقات، فون اور سوشل میڈیا کے ذریعہ عوام کی دینی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔

صوبائی جمعیت کا دفتر:

صوبائی جمعیت کا دفتر کرلا بس ڈپو کے سامنے واقع ہے اور صبح ساڑھے دس بجے تا شب ساڑھے آٹھ بجے تک مختلف خدمات کیلئے پابندی سے کھلا رہتا ہے۔

دفتر میں شہر وبیرون شہر بلکہ بیرون صوبہ سے آنے والے مہمانوں کا استقبال کیا جاتا ہے اور مختلف امور کے سلسلے میں ان کی رہنمائی اور تعاون کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

مختلف سیاسی اور دعوتی معاملات میں اپنے موقف کی وضاحت اور عوام کی رہنمائی کے لیے صوبائی جمعیت کے دفتر سے پریس ریلیز جاری ہوتی رہتی ہے۔ یہ پریس ریلیز اور بیانات ملک بھر کے اخبارات، نیوز ویب سائٹس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پر بھی شائع کئے جاتے ہیں۔

لائبریری:

تحقیق وتالیف اور افتاء کا کام کرنے والے اہل علم کے مراجعہ ومطالعہ کے لئے دفتر میں ایک لائبریری بھی قائم ہے، جس میں عربی اور اردو زبان کی متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر موجود ہیں۔

شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ:

اس شعبے کے تحت مختلف اہم ترین موضوعات پر دسیوں کتابیں اب تک لکھی اور تیار کی جا چکی ہیں، نیز مختلف قسم کے دعوتی پمفلٹ، فولڈر اور کتابچے وغیرہ بھی تیار کئے گئے ہیں اور مزید کتابوں کے ترجمے، تالیف اور ترتیب کا کام جاری ہے۔

شعبۂ نشر واشاعت:

اس شعبے کے تحت مختلف کتابیں منظر پر آئی ہیں اور یہ کتابیں بڑی تعداد میں مفت تقسیم ہوئی ہیں، اس شعبہ کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی ایک سرسری فہرست حسب ذیل ہے:

۱) **شرح اسمائے حسنیٰ: کتاب وسنّت کی روشنی میں**، تالیف ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی، اردو ترجمہ: عنایت اللہ مدنی، صفحات 304

۲) **بھینس کی قربانی ایک علمی اور تحقیقی جائزہ**، اعداد وترتیب: شیخ عنایت اللہ حفیظ اللہ مدنی ،صفحات 224

۳) **زکوٰۃ: مختصر احکام ومسائل**، اعداد وترتیب: شیخ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی، صفحات 160

۴) **عالم اسلام کے سینے میں گھونپا ہوا ایک خنجر ''داعش''**، ترتیب وترجمانی: شیخ محمد مقیم فیضی، صفحات 136

شعبۂ تقسیم کتب:

جمعیت کی شائع کردہ کتابوں کی مفت تقسیم کے علاوہ صوبائی جمعیت دیگر اداروں کی مطبوعات اور تراجم قرآن ان اداروں کے تعاون سے مسلسل تقسیم کرتی رہتی ہے۔

صوبائی جمعیت کا کلینڈر:

صوبائی جمعیت پورے اہتمام کے ساتھ مفید معلومات اور مناسب دعاؤں پر مشتمل نہایت ہی خوشنما اور دیدہ زیب کلینڈر منظر عام پر لاتی ہے جس میں نماز کے اوقات بھی ہوتے ہیں، یہ کلینڈر جماعتی وغیر جماعتی احباب کی طرف سے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور اس کی کھپت ہزاروں کی تعداد میں ہوتی ہے مگر طلب اس سے بھی زیادہ رہتی ہے۔

رمضان کا ٹائم ٹیبل:

یہ کام بھی صوبائی جمعیت کی طرف سے مستقل ہوتا ہے اور صوبائی جمعیت کے حلقوں میں بڑی تعداد میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الجماعۃ:

صوبائی جمعیت نے ''الجماعۃ'' نامی پرچہ کا اجرا کیا گیا تھا جس کی ماہانہ اشاعت کا منصوبہ تھا۔ مگر کچھ دشواریوں کے پیش نظر مختلف مناسبتوں سے اس کے متفرق شمارے نکلتے رہے جن میں تسلسل نہیں تھا، اس سال الحمدللہ ماہنامہ تاریخ کی پابندی کے ساتھ مسلسل نکلتا

رہا۔موضوعات کے تنوع اور زبان و بیان کی سلاست، تحقیق کے عمدہ معیار کی بنیاد پر یہ پرچہ اپنی مخصوص شناخت رکھتا ہے۔میگزین کے رجسٹریشن کی کاروائی بھی ان شاءاللہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

شعبۂ توصیات وتزکیات:

صوبائی جمعیت مقامی وغیر مقامی مستحق اداروں کے لئے توصیات کا اجرا بھی مستقل طور پر کرتی رہتی ہے۔اس سال سیکڑوں توصیات کا اجراء صوبائی جمعیت اہل حدیث کی آفس سے عمل میں آیا۔

جماعتی مسائل کے حل کی کوشش:

مختلف مقامات پر کبھی کبھی جماعتی افراد کے درمیان نامناسب حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن کا تعلق تنظیم یا مساجد ومدارس سے ہوتا ہے، ایسے معاملات میں ذمہ داران جمعیت ان حالات کے خاتمے کے لئے پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور الحمدللہ اکثر وبیشتر اس کے نتائج بہت عمدہ اور خوش کن ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی غیر جماعتی عناصر کی طرف سے جماعت اور افراد جماعت کے خلاف نامناسب سرگرمیاں بھی سامنے آتی ہیں، ایسے حالات میں جمعیت کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اشتعال کے بغیر نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل کو حل کیا جائے اور جمعیت ہر سطح پر اس کے لئے اپنی کاوشیں صرف کرتی ہے اور بحمدللہ بہت سے مسائل اسی طرح حل بھی ہوئے ہیں۔

صوبائی جمعیت کا ریلیف فنڈ:

صوبائی جمعیت مختلف قدرتی آفات اور ناگہانی حالات میں شہرممبئ اور ملک کے مختلف حصوں میں امداد کا کام کرتی ہے۔

اور امسال بھی اس نے ایک جماعتی برادر کے ہنگامی حالات میں بے گھر ہوجانے پر ان کے گھر کی خریداری میں بقدر استطاعت حصہ لیا ہے۔

شعبہ رفاہ عامہ:

خواہش اور ضرورت کے باوجود جمعیت کی مستقل آمدنی کا کوئی نظم نہیں بنایا جاسکا ہے، نہ متفرق طور پر ہی اس کی آمدنی ضرورتوں کے مطابق ہے تاہم جو کچھ بھی آمدنی احباب کے تعاون سے حاصل ہوتی ہے جمعیت اس کے ذریعہ بیماروں،ضرورتمندوں اور ناداروں کی ممکنہ مدد کرتی ہے، نیز کئی مکاتب کے لئے مدرسین کی تنخواہوں میں بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

شعبۂ صحافت (الجماعۃ) کی دینی وصحافتی خدمات کے ساتھ:

سوشل میڈیا پر جمعیت کی سرگرمیاں:

فی الحال ویب سائٹس پر پیش کی جانے والی تازہ بہ تازہ سرگرمیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) صوبائی جمعیت اہل حدیث کے ہونے والے اجتماعات کے اشتہارات۔

(۲) پروگرام کے ویڈیو اور آڈیو۔

(۳) ماہانہ میگزین الجماعۃ آن لائن۔PDF (۴) خطبہ جمعہ کے آڈیو۔

(۵)جمعیت سے شائع کردہ کتابیں (کچھ موجود ہیں اور کچھ پر کام چل رہا ہے)

جمعیت کی ویب سائٹ : www.ahlehadeesmumbai.org

فیس بک اکاؤنٹ : subaijamiatahlehadeesmum

ٹویٹر اکاؤنٹ : @JamiatSubai/twitter.com

یوٹیوب چینل : SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

ایس ایم ایس الرٹ چینل: Jamiat

جمعیت کا عمومی ای میل آئی ڈی: ahlehadeesmumbai@gmail.com

مجلہ ''الجماعۃ'' کا ای میل آئی ڈی: aljmaahmonthly@gmail.com

واٹس ایپ نمبر: 7666333033

مکتبہ:

صوبائی جمعیت کی جانب سے جماعتی کتابوں کی فراہمی کے مقصد سے ایک مکتبہ کا بھی افتتاح الحمدللہ کیا جاچکا ہے۔اور اس میں مختلف موضوعات پر قیمتاً کتابیں دستیاب ہیں۔

شعبہ مالیات:

جمعیت کے مستقل ومتفرق اخراجات حسب ذیل ہیں:

۱۔ دعاۃ اور اسٹاف کی تنخواہ۔

۲۔ اجتماعات پر آنے والے اخراجات۔

۳۔ کتابوں اور فولڈروں کی طباعت کے اخراجات۔

۴۔ مکاتب کا مالی تعاون۔

۵۔ مختلف قسم کے ضرورتمندوں کا تعاون۔

۶۔ دفتری اخراجات۔

۷۔ مسابقوں وغیرہ پر آنے والے اخراجات۔

۸۔ دیگر متفرق اخراجات۔

مذکورہ مدوں میں ہونے والے سالانہ اخراجات کا تخمینہ تقریبا پچاس لاکھ(5000000)روپئے ہے۔

ذریعۂ آمدنی :

جمعیت کا کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی نہیں ہے،اس کے جملہ اخراجات احباب جماعت کے رمضانی وغیر رمضانی تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔جمعیت کی پرانی آفس کا کرایہ بھی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے۔

جمعیت کے ساتھ تعاون کی شکلیں:

۱۔ نقد رقومات کے ذریعہ۔

۲۔ دعاۃ کی کفالت اور ان کی تنخواہ کی ذمہ داری۔

۳۔ کتب،کلینڈر کی اشاعت کے اخراجات کی فراہمی۔

۴۔ مدرسین مکاتب کی تنخواہوں میں تعاون۔

۵۔ طلباء کے اسکالرشپ وغیرہ میں تعاون۔

۶۔ بیماروں کے علاج کے لئے تعاون۔

۷۔ مساجد کی تعمیر میں تعاون۔
۸۔ ریلیف فنڈ میں تعاون۔
۹۔ اجتماعات اور دعوتی دوروں کے اخراجات میں تعاون۔
۱۰۔ مفید مشوروں کے ذریعہ تعاون۔
۱۱۔ ویب سائٹ کے اخراجات۔
۱۲۔ اپنے رابطہ میں موجود اہل خیر سے تعاون کرا کے۔

اپیل:

تمام ملّی و جماعتی احباب سے اپیل کی جاتی ہے کہ حق وصداقت کی آواز کو بلند رکھنے اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے اور جمعیت کی دعوتی، تربیتی، تعلیمی، رفاہی اور سماجی خدمات سے متعلق سرگرمیوں کو تقویت پہنچانے کے لئے دل کھول کر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا تعاون فرمائیں بالخصوص رمضان کے مبارک مہینے میں اسے اپنے خصوصی عطیات وصدقات سے نوازیں۔ وجزاکم اللہ أحسن الجزاء

جمعیت کا اکاونٹ نمبر:

NAME: **SUBAI JAMIAT AHLE HADEES MUMBAI**

A/C NO: **170011017542**

BANK: **AXIS BANK**

BRANCH: **CENTRALISED COLLECTION HUB, POWAI**

IFSC CODE: **UTIBO CCH274**

تعاون کی رقم براہ راست صوبائی جمعیت اہل حدیث کے دفتر میں بھی جمع کی جاسکتی ہے۔

عہدیداران صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی:

مولانا عبدالسلام سلفی صاحب	(امیر جمعیت)	9820722231
مولانا محمد مقیم فیضی	(نائب امیر)	8879214923
مولانا الطاف حسین فیضی صاحب	(نائب امیر)	9820098827
جناب عبدالحمید خان صاحب	(نائب امیر)	9326338332
مولانا سعید احمد بستوی صاحب	(ناظم جمعیت)	9869986606
مولانا جمیل احمد سلفی صاحب	(نائب ناظم)	9326338332
مولانا عبدالجلیل مکی صاحب	(نائب ناظم)	9869708444
مولانا عبدالحکیم مدنی صاحب	(نائب ناظم)	9004388734
جناب عثمان لکڑاوالا صاحب	(ناظم مالیات)	8879214923

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت و جماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجتماع :

10 / مئی، بروز بدھ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ پروگرام شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی زیر صدارت جامع مسجد اہل حدیث، داروخانہ ممبئی میں منعقد کیا گیا۔ اجلاس کا آغاز حافظ محمّد ذکی کی تلاوت سے ہوا۔ پہلا خطاب شیخ عاطف سنابلی کا نماز فجر کے فضائل کے موضوع پر رہا۔ جس میں شیخ نے نماز فجر کے فضائل اور اس کے ترک کے دنیاوی اور اخروی نقصانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی، شیخ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ فجر کے معاملہ میں مسلم معاشرہ کا عملی رویہ ایسا ہے جیسے اللہ نے اس اُمّت پر صرف چار وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کی صبح میں برکت رکھی ہے۔ ہمارے معاشی زوال کا بہت بڑا سبب صبح اٹھنے میں ہماری غفلت بھی ہے۔ شیخ نے نصوص قرآن وسنّت کی روشنی میں فجر کے فضائل اوراس کے ترک پر وارد وعیدوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔ بالخصوص یہ بات کہ اللہ رب العزّت عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے والے مومن کے لیے رات بھر کے قیام کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

پہلی نشست میں دوسرا خطاب شیخ انصار زبیر محمّدی نے توکّل علی اللہ کے موضوع پر فرمایا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں توکّل کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اسباب سے لاپرواہ ہو کر کسی معاملہ میں صرف اللہ سے اُمیّد لگا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا توکّل نہیں۔ نہ ہی توکّل کا یہ مطلب ہے کہ بندہ اللہ سے لاتعلق ہو کر محض اسباب ہی پر اپنا سارا اعتماد ڈال دے۔ توکّل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ بندہ طاقت بھر اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ پر بھروسہ کرے۔ ملکی اور عالمی پیمانے پر جس قسم کے سیاسی حالات پیدا ہوئے ہیں وہ کتنے ہی مایوس کن کیوں نہ ہوں مومن بندے کو حالات کی خرابی سے نہیں ڈرنا چاہیے اور یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ خیر وشر کے سارے اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم اپنے لیے شر سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن اللہ نے اسی میں ہمارے لیے خیر رکھا ہوتا ہے اور کبھی حالات کو ہم اپنے لیے خیر سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن اس میں ہمارے لیے شر ہوتا ہے۔

شیخ نے توکّل علی اللہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ کی فضیلت اتنی ہے کہ رقیہ طلب کرنا جو فی نفسہ ایک جائز اور مباح امر ہے لیکن اگر بندہ اللہ پر توکّل کرتے ہوئے اس جائز عمل سے بھی دوری اختیار کرلے تو اس کے لیے حدیث میں اتنی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ ان ستّر ہزار خوش نصیبوں میں سے ہوگا جو بغیر حساب وکتاب جنّت میں جائیں گے۔

شیخ انصار زبیر محمدی کے خطاب پر پہلی نشست کا خاتمہ ہوا اور مغرب کی نماز ادا کی گئی۔

بعد نماز مغرب بحیثیت خطیب سب سے پہلے شیخ محمد مقیم فیضی

حفظہ اللہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، شیخ محترم کا عنوان تھا'' فتنے اور اوران کا تدارک''، الحمدللہ شیخ محترم نے فتنوں کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی اور عصر حاضر کے نئے نئے فتنوں سے آگاہ کیا بطور مثال کتاب سنت سے ہٹ کر بدعات وخرافات کو جنم دینے کا فتنہ 'حلال وحرام کی تمیز نہ کرنا بلکہ دعوت وتبلیغ اور دین کی خاطر حرام چیزوں کے استعمال کی حلت کا فتنہ جیسا کہ ہمارے کچھ احباب کا نظریہ بن چکا ہے اور عصر حاضر کے ایک نئے اور خطرناک فتنے ''رقیہ سنٹر'' کے قیام کے حوالے سے شیخ محترم نے گفتگو کرکے عوام الناس کو تلقین کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو لازم پکڑیں اور کوئی بھی دینی معاملہ سامنے آئے تو اسے کتاب وسنت اور منہج سلف کی کسوٹی پر پرکھیں، اگر وہ کتاب سنت کے دائرے میں ہے تب تو قابل قبول ورنہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

ان کے بعد جماعت اہل حدیث کے معروف ومشہور اور نامور خطیب فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے اور حمد وصلاۃ کے بعد شیخ محترم نے اپنی گفتگو کا محور ومرکز {وَ كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا} جیسی آیت کو بنا کر ہمیں اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے بتایا کہ ہمارا وجود اپنے لئے نہیں بلکہ غیروں کے لئے ہے، اور اپنی اس بات کی تائید میں شیخ محترم نے ایک حدیث بھی پیش کی، پھر دعوت وتبلیغ پر شیخ نے دل پذیر گفتگو کی اور عوام الناس کو تبلیغی خدمات کے انجام دینے کی ترغیب دی نیز دعوت وتبلیغ کے میدان میں ایک داعی کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان تمام پہلوؤں پر شیخ نے بحث کی اور تاریخی حوالوں سے علماء کرام کی کئی مثالیں زیر گفتگو رہیں، رات تقریبا دس بجے پروگرام کا اختتام ہوا۔

اجلاس میں نظامت کی ذمہ داری شیخ کمال الدین سنابلی نے بحسن وخوبی ادا فرمائی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران ودعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

شیخ عبد السلام سلفی۔حفظہ اللہ۔ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کے زیر صدارت 10/مئی کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجلاس جامع مسجد اہل حدیث داروخانہ (رے روڈ، ممبئی) میں ہوا، اس میں اس کے علاوہ بھی آپ کے بہت سے دعوتی دورے اور مختلف علاقوں کے پروگراموں میں صدارتی خطابات ہوئے۔

شیخ محمد مقیم فیضی۔حفظہ اللہ۔ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے 10/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث داروخانہ (رے روڈ، ممبئی) میں "فتنوں کے سلسلے میں اسلامی رہنمائی" کے موضوع پر خطاب کیا، 12/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث (مومن پورہ، ممبئی) میں طلباء کے سمر کیمپ میں افتتاحی خطاب کیا، 16/مئی کو بھونڈی میں طلباء کے سمر کیمپ میں "اسلامی آداب" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 20/مئی کو لیبر کیمپ، امبیڈکر ہال (ماٹونگا) میں "علم دین کی اہمیت" کے موضوع پر آپ نے تقریر کی، 21/مئی کو مسجد توحید باندرہ (ویسٹ) میں آپ نے تقریر کی اور 22/مئی کو ڈائمنڈ ہال ممبرا میں البر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں" سیرتِ طیبہ کا دعوتی پہلو" کے موضوع پر آپ کا خطاب عام ہوا۔

شیخ عنایت اللہ مدنی۔حفظہ اللہ۔ نے 1/مئی کو (صبح) نیرل میں" شرک سے متعلق چند سوالات" کے عنوان پر درس دیا، 1/مئی ہی کو (شام) مسجد اہل حدیث سیلیش نگر (ممبرا) میں ضلعی

جمعیت اہل حدیث ممبرا کے زیرِ اہتمام ماہانہ پروگرام میں "امت میں علماء کا مقام" کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا،، 7/مئی کو جمعیت اہلحدیث گنگاوتی ہبلی (کرناٹک) کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں آپ نے شرکت کی اور خطاب کیا، 13/مئی کو مسجد اہل حدیث کو پرکھیرنے میں "زکوۃ کے احکام و مسائل" پر آپ نے تقریر کی، 14/مئی کو انجمن گراؤنڈ مہسلہ میں مرکز تحفیظ القرآن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں "حفظِ قرآن کے فضائل" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 15/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث اسماء (بھونڈی) میں تربیتی سمر کیمپ میں "شرح ارکان اسلام" پر آپ کا درس ہوا، 20/مئی کو مدرسہ رحیمیہ سلفیہ ضلع کھاوڑا (بھوج کچھ، گجرات) میں آپ نے تقریر کی، 21/مئی کو مسجد توحید باندرہ (ویسٹ) میں "محاسبۃ النفس" کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا اور 22/مئی تا 24/مئی جامعہ محمدیہ مہسلہ میں روشن گروپ کوکن کے زیرِ اہتمام سمر تربیتی کیمپ میں آپ کے مفید دروس ہوئے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی -حفظہ اللہ- نے 9/مئی کو مسجد اہل حدیث کالینا (کرلا) میں "ماہ شعبان کی شرعی حیثیت" کے موضوع پر تقریر کی، 16/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ (ممبئی) میں "ضعیف احادیث کی معرفت" کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا اور 20/مئی کو مسجد اہل حدیث اشوک نگر (کرلا، ویسٹ) میں "تعلیم نسواں" کے عنوان پر آپ نے خطاب کیا۔

شیخ سرفراز فیضی -حفظہ اللہ- نے 9/مئی کو مسجد عمر نارائن نگر (کرلا، ویسٹ) میں "نشے کے نقصانات" کے موضوع پر تقریر کی، 19/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ (ممبئی) میں "طہارت کے بنیادی مسائل" کے عنوان پر درس دیا، 20/مئی کو لیبر کیمپ، امبیڈکر ہال (ماٹونگا) میں "قرآن کے ساتھ ہمارا رویہ" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا اور 22/مئی کو ایم ایم آر ڈے کالونی وشنونگر (واشی ناکہ) میں "نشہ دین و دنیا کی تباہی" کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا۔

شیخ کمال الدین سنابلی -حفظہ اللہ- نے 6/مئی کو نیرل میں اِقرأ دی ٹرتھ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سمر تربیتی کیمپ میں "ماں باپ اولاد کی تربیت کیسے کریں" کے موضوع پر درس دیا، 7/مئی کو مرول کی مسجد اہل حدیث میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں "فتنہ انکار حدیث" کے موضوع پر خطاب کیا، 10/مئی کو جامع مسجد اہل حدیث داروخانہ (رے روڈ، ممبئی) میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ماہانہ پروگرام کی نظامت کے فرائض انجام دیے، 13/مئی کو مسجد عمر نارائن نگر (کرلا، ویسٹ) میں "ماہ شعبان، کیا حقیقت کیا فسانہ" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 20/مئی کو لیبر کیمپ، امبیڈکر ہال (ماٹونگا) میں "فضائل قرآن" کے موضوع پر آپ نے تقریر کی، 21/مئی کو بھونڈی (منگل بازار، بنگال پورہ) کی "مسجد رابعہ" میں "قرآن سے ہم نے کیا سیکھا؟" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 23/مئی کو مسجد اہل حدیث، کالینا میں "قرآن اور رمضان" کے موضوع پر آپ نے (بعد نماز مغرب) تقریر کی اور 23/مئی ہی کو (بعد نماز عشاء) مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ (کرلا، ویسٹ) میں "سورہ ابراھیم کی چند آیات" کی تفسیر بیان کی۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری کی زیر سرپرستی "مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، کھیڈ کی یک روزہ "صدائے انصاف کانفرنس" اختتام پذیر

فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں،''صدائے انصاف کانفرنس'' بتاریخ ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ء بمطابق ۳ شعبان ۱۴۳۸ھ صبح دس بجے تا عشاء، بمقام: ''انمول ہوٹل (بسو) بھرنا ناکہ کھیڈ میں منعقد ہوئی

یہ کانفرنس چار نشستوں پر مشتمل تھی۔

پہلی نشست: پروگرام کا آغاز حافظ صہیب عبدالرشید سروے کی تلاوت سے ہوا، اس کے فوراً بعد **''مجاہدالاسلام سنابلی''** نے اراکین مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی طرف سے مہمانوں کی خدمت میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، اور ممبئی، بھیونڈی، کولہا پور، اور کوکن کے مختلف شہروں سے آنے والے مہمانان عظام کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ معاً بعد تقاریری سلسلہ شروع ہوا، سب سے پہلا خطاب **فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی (مہسلہ)** کا ہوا، آپ کا موضوع تھا ''نکاح! رسم ورواج کے نرغے میں'' آپ نے نکاح کے باطل رسم وراوج کی نشاندہی کرتے ہوئے نکاح میں خالص اسلامی طریقے کو اپنانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اسی میں برکت کا راز مضمر ہے، دوسرا خطاب **شیخ یوسف جمیل جامعی حفظہ اللہ** کا خطاب ہوا آپ نے استقامت کے موضوع پر خطاب کیا، آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، انبیاء علیہم السلام کی مثالیں دے کر لوگوں کو استقامت کا حقیقی معنی ومفہوم سمجھایا، بعدہ **شیخ ابوزید ضمیر (پونہ)** حفظہ اللہ کا خطاب ''دینی تربیت کے فائدے اور اس سے غفلت کے نتائج'' کے موضوع پر ہوا، آپ نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں پر مغز خطاب فرمایا، آپ نے کہا: دینی تربیت کے فوائد بے شمار ہیں مثلا: ایسا انسان قیامت کے جواب کی تیاری دنیا ہی میں کرلیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

دوسری نشست:، اس نشست میں **شیخ یاسر الجابری حفظہ اللہ** نے ''صبر وثبات اور توکل'' پر بڑا جامع خطاب فرمایا، آپ نے توکل کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے توکل کرنا چاہئے، کیونکہ اسباب بھی اللہ کے حکموں کے پابند ہیں۔

تیسری نشست: یہ نشست بعد نماز عصر شروع ہوئی، **شیخ انور یوسفی حفظہ اللہ** نے **''صدائے انصاف کانفرنس''** پر اپنی تحریر شدہ نظم پیش کی، اس سیشن میں **''فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ** نے دوران خطاب فرمایا ''صدائے انصاف کے حوالے سے ہر بے انصافی پر قدغن لگائی جائے، توحید میں شرک کی آمیزش، سنت میں بدعت کی ملاوٹ، امت میں افتراق وانتشار، ملک میں پھیلتی فرقہ پرستی وغیرہ پر خوب تفصیل سے گفتگو فرمائی۔

اس کانفرنس کی نظامت **شیخ اسلم جامعی حفظہ اللہ** نے فرمائی۔

چوتھی نشست: یہ نشست مغرب کی نماز کے بعد فورا شروع ہوئی، جس میں **فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ** نے خطاب فرمایا، آپ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''لاتزال طائفۃ من امتی'' کے حوالے سے قیمتی نکات ہمارے سامنے پیش کئے، اور بتلایا کہ ہم نئے نہیں ہیں بلکہ ہم ادوار ثلاثہ سے چلے آرہے ہیں، اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہیں گے

آخر میں **شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ** نے بزم کے اختتام کا اعلان کیا، اور اس کانفرنس کے حسن انتظام کو سراہا، نیز شرکاء اجلاس کے جم کر بیٹھے رہنے پر انھیں مبارکباد دی اور شکریہ ادا کیا۔ اس کانفرنس کے موقع سے مشہور شاعر **شیخ عبدالواحد انور یوسفی** کی کتاب **''دلکش اسلامی نغمے''** کا اجرا بھی عمل میں آیا۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
June 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com